ذکر اس شخصیت کا جس نے چھتیس گڑھ کے ظلمت کدے میں سنیت کا اجالا کر دیا

حضور امینِ شریعت

حیات اور کمالات

فکر و ترتیب

مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری

ایم اے۔ پی ایچ ڈی , میسور یونیورسٹی میسور

CellNo: 9199464147 / 9778566223

باہتمام:

شیرین مولانا

محمد ظفیر الدین رضوی القادری السبطینی وشاکھاپٹنم (آندھرا پردیش)

08912789 786 9490996 786

09812567786 9493943 786

نام کتاب : حضور امین شریعت: شخصیت اور کمالات

فکر و ترتیب : مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری

نظر ثانی : ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد۔ پٹنہ / حضرت مولانا مشرف رضا۔ ممبئی

تکمیل آرزو : حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب۔۔۔۔ ممبئی

فدائے نوری جناب الحاج محمد عیسیٰ بابا صاحب، ماہم شریف۔ ممبئی

عکس تمنا : شیدائے رضا جناب الحاج محمد سراج الدین رضوی عرف سراج بھائی۔ ممبئی

تعبیر خواب : قاری طارق رضا نجمی ...(ریاض)۔ مولانا روشن ضمیر (بھونیشور)

ثاقب رضا نجمی.................. رونی سیتامڑھی (بہار)

شاہد و ناظر : مولانا قمر الزماں مصباحی...... الجامعۃ الرضویہ پٹنہ (بہار)

صفحات : ۱۲۸..................ہدیہ : ۱۰۰/ روپے......تعداد: ۱۰۰۰

کمپیوٹر کمپوزنگ : مسرت انجم عرف سیما۔ وشاکھاپٹنم

پروف ریڈنگ : سید مظفر عباس راہی / عثمان انجم

مطبع : ....

سال اشاعت : ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء

پیشکش : رخسانہ بیگم رضویہ... سنبل پور، بھاٹو پرتاپور، چھتیس گڑھ

باہتمام : مولانا حافظ محمد ظہیر الدین رضوی (شیریں بک ڈپو، وشاکھاپٹنم

ناشر : شیریں بک ڈپو، وشاکھاپٹنم

+++++++++++++++

ملنے کے پتے

۱۔ دار العلوم رضویہ حبیبیہ۔ سنی رضوی جامع مسجد، جوبرا، کٹک

۲۔ محمدی بک ڈپو 523، وحید کتب مارکٹ، ٹیامحل، جامع مسجد، دہلی۔6

۳۔ فیضی کتاب گھر محسول چوک، سیتامڑھی (بہار)

۴۔ جدید بک ڈپو، جامع مسجد کے سامنے۔ کانکیر شریف، چھتیس گڑھ

۵۔ حنفی کتاب گھر، بیجناتھ پارا۔ رائے پور۔ چھتیس گڑھ

۶۔ تاج بک ہاؤس، مچھلی کمان، حیدرآباد

صفحہ نمبر

مشمولات

عرض ناشر

کس کمال اخلاص سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے نغمۂ دین چھیڑا تھا کہ ان کے بعد ان کے گھرانے میں ایک سے بڑھ کر ایک شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں اور دین پھیلاتی رہیں، موجودہ دور میں دو شخصیت کا جمال صوری اور کمال باطنی تو دنیا کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے، ایک فخر ازہر، قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین حضور مفتی اعظم، علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری ہیں اور دوسری شخصیت حضرت علامہ الشاہ امین شریعت قطب چھتیس گڑھ، خلیفۂ حضور مفتی اعظم، پیر طریقت، رہبر شریعت مولانا سبطین رضا خاں صاحب قبلہ کی ہے۔ یہ کتاب ثانی الذکر ہی کے مختصر مگر جامع تذکرہ پر مشتمل ہے، میری دلی تمنا تھی کہ میرے پیرو مرشد حضور امین شریعت کی شخصیت پر کوئی کتاب سامنے آئے اور ضرور آئے اس کے لئے میں نے استاذ مکرم علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب خلیفہ حضور امین شریعت سے اتنی بار اس اخلاص سے گذارش کی کہ موصوف کو اپنی گونا گوں مصروفیات سے وقت نکالنا ہی پڑا، پھر کیا تھا لکھا اور ایسا لکھا کہ جس نے دیکھا رشک کیا اور پڑھ کر پھڑک اٹھا۔ میری دلی تمنا پوری ہوئی، میں

فوراً طباعت کے لئے مستعد ہو گیا، کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے، دیکھئے غور کیجئے اور میرے حق میں دعا کیجئے کہ ہماری یہ محنت قبول فرما کر خدائے تعالیٰ مزید کتابیں چھپوانے اور پھیلانے کی ہمیں توفیق بھی دے اور ہمت بھی عطا فرمائے کہ یہ دین وسنیت کی عظیم خدمت وسعادت ہے، اور ساتھ ہی دعاؤں میں یاد رکھئے علامہ ڈاکٹر نجم القادری صاحب کو کہ پروردگارِ عالم انہیں رضا سے محبت اور رضویات کی خدمت کے طفیل صحت وعافیت دارین کی دولت سے نوازے۔ آمین! اور دین کی تمام خدمتیں ان سے لے لے جن کی ہم لوگ حضرت موصوف سے امید رکھے ہوئے ہیں۔

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین رضوی

مالک شیرین بک ڈپو۔ وشاکھاپٹنم

☆☆☆

شرف انتساب

☆ حضور امین شریعت کے ان تمام مریدوں، عقیدت کیشوں کے نام جن میں اپنے پیر سے زبانی نہیں دلی محبت کا بھرپور جذبہ ہے۔اور ہر حال میں ان کے مشن پر چلنے اور آگے بڑھنے کا یقینی حوصلہ موجود ہے۔

☆ جن کے سر میں سودا مسلک رضا کا ہے۔قلب میں جلوہ مسلک رضا کا ہے اور دل میں درد مسلک رضا کا ہے

☆ جو ہندستان گیر سطح پر مریدوں کے ہجوم میں اپنی ممتاز شناخت۔اور اپنے تشخص کے تحفظ کی خاطر ناموافق حالات میں بھی مسلکی ترجیحی احساسات سے اپنے آپ کو سرشار رکھتے ہیں۔

☆ جو اسلاف شناسی کے بلند بانگ نعروں میں بھی رضا شناسی کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ،اپنی فکر ونظر کو شرابور رکھتے اور بلا خوف لومۃ لائم وہی کہتے ہیں جو اسلاف سے ورثہ میں ملا ہے اور جو صدف رضویات کا سب سے قیمتی نگینہ ہے۔

☆ صلح کلیت کی آندھی کے سامنے جو سینہ سپر کھڑے ہیں اور دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ؎

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

نذر عقیدت

سجادہ نشینان خانقاہ کے جھرمٹ میں سب سے کم سن، مگر باوقار سجادہ نشین کی بارگاہ میں۔

☆ جنکی مقبولیت چڑھتے سورج کی طرح افق در افق کمندیں ڈال رہی ہے۔

☆ جنکی سوچ عارفانہ، تخیل عالمانہ، بولی مومنانہ، اخلاق شاہانہ، پوشاک خسروانہ، رکھ رکھاؤ رعب دارانہ، ادا فقیرانہ، فکر حکیمانہ، مزاج دوستانہ، چھوٹوں پر شفقت مربیانہ نظر متجسسانہ اور چہرہ متبسمانہ ہے۔

☆ جنکی دھڑکن میں رضا، مسلک رضا، اور خانوادۂ رضا کی محبت ایسی رچ بس گئی ہے کہ انکی جلوت وخلوت حضور تاج الشریعہ کے ذکر و تذکرہ سے گونجتی رہتی ہے

☆ جو چلیں تو مسلک رضا کی محبت میں، بیٹھیں تو مسلک رضا کی عقیدت میں، اور مسلک رضا سے ایسی والہانہ وابستگی کہ صلح کلیت سائے سے گھبراتی اور سامنے آنے سے پناہ مانگتی ہے۔

☆ اور کمال بالائے کمال یہ کہ خود عالی نسب سید ہیں، ایک عظیم خانقاہ کے سجادہ نشیں ہیں مگر انکے قلب کا قرار اور دل کا سکون امام احمد رضا ہیں۔ **آپ ہیں شہزادہ سرکار مسولی شریف**، پیر طریقت، حضرت بابرکت، علامہ الشاہ، **گلزار ملت سید محمد گلزار اسماعیل واسطی**، زیب سجادہ آستانہ عالیہ، قادریہ، اسماعیلیہ مسولی شریف۔

تیری عظمت رہے قیامت تک　　　اور قیامت خدا کرے کہ نہ آئے

نگاہ لطف کا متمنی　:　غلام مصطفیٰ نجم القادری

یکم مارچ ۲۰۱۵ء

ارمغان خلوص

☆ محب قادری **جناب محترم غیاث الدین رضوی، ثاقب بھائی رائے پور** کے لیئے جو انگریزی تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی دینی تعلیم سے گہرا شغف سچی ہمدردی رکھتے ہیں۔

☆ ہیں تو وہ پیشہ سے وکیل مگر نظریات کا ایسا شفاف آئینہ رکھتے ہیں کہ ان کی صورت سے انکی سیرت کا عکس جھلکتا ہے۔

☆ جو سیدی الکریم آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند کے باوفا مرید، اور حضور امین شریعت کے ایسے عقیدت مند ہیں کہ ان کے شب و روز تصورات امین شریعت کی خوشبو سے مہکے مہکے رہتے ہیں۔

☆ جن میں بریلی شریف اور منسوبات بریلی شریف کی محبت ایسی جاں گزیں ہے کہ وہ بریلوی ذرہ کو آفتاب، قطرہ کو سمندر، پنکھڑی کو گلاب اور زمین کو آسمان سمجھتے اور یقین کرتے ہیں۔

☆ ان اوصاف نے علمائے اہل سنت خصوصاً خواجہ تا شان رضویت کا ایسا گرویدہ انہیں بنا دیا ہے کہ علماء کے ایک بڑے قافلے سے وہ رابطہ میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالی انکے جذبات کو سلامت، احساسات کو زندہ رکھے اپنا حفظ و امان عطا فرمائے اور مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ آمین !!!

دعاء گو: غلام مصطفےٰ نجم القادری

کتاب اور صاحبِ کتاب

یہ زندہ قوم کی زندہ علامت ہے کہ اپنے محسن پیشروں کو ان کے تابندہ کارناموں کو فراموش نہ کرے، بلکہ انہیں یاد رکھ کر یاد کروا کر تاریخی تسلسل کو آگے بڑھائے، ماضی کا رشتہ حال سے جوڑ کر آنے والی نسل کے اچھے مستقبل کی امید رکھے، کارنامہ گر شخصیتیں ہر روز نہیں پیدا ہوتیں بلکہ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یا

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

اور جب ایسی شخصیتیں وجود پزیر ہو جائیں تو ان کی حیات اور حیات کے افق سے اٹھنے والی تجلیات کو سمیٹنے اور طاق تاریخ میں محفوظ کرنے کی جدوجہد کرے، تاکہ ان کی حیات کے زریں شعاعوں کو دیکھ کر قوم اپنے کردار کے غار میں چراغاں کرنے کی کوشش کرے۔ چونکہ ان کی زندگی کی ہر ادا بعد والوں کے لئے روشنی ہوتی ہے، شمع راہ منزل ہوتی ہے، گوہر حیات ہوتی ہے اور بے ریا آئیڈیل ہوتی ہے۔ کمال یہ ہے کہ وہ شخصیتیں خود تو زندہ ہوتی ہی ہیں جو ان کے کارہائے حیات کو زندہ

کرے وہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا جو اپنے مربیوں کو یاد رکھے آنے والی نسلیں ان کو یاد رکھتی ہیں۔

میرے سامنے ابھی ایک خوبصورت کتاب، خوبصورت طباعت واشاعت سے مزین ایک خوبصورت شخصیت کے عکوس ونقوش پر مشتمل موجود ہے، جس کا خوبصورت نام ہے، ''حضور امین شریعت حیات اور کمالات'' اس کے مولف جہان رضویات کے ایک درخشندہ ستارے حضرت علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری ہیں۔ موصوف ایک باصلاحیت مدرس، نکتہ رس خطیب' فصیح اللسان مقرر، مسلک اعلیٰ حضرت کے پر جوش داعی' صلح کلیت کیلئے کڑکتی بجلی' صالح مفکر و مدبر' درجنوں جید علماء کے استاذ، ۱۰۰ کے قریب پر مغز مقالات کے مرتب، درجن سے زیادہ بصیرت افروز کتابوں کے مصنف اور سب پر مستزاد یہ کہ قطب عالم حضور مفتی اعظم کے بڑے ہی سچے وشیدا مرید ہیں۔ آپ کے قلم میں پختگی، فکر میں بالیدگی، اور تحریر میں دلکشی سنجیدگی وشائستگی ہوتی ہے۔ جو لکھتے ہیں کامل غور وفکر کے بعد لکھتے ہیں۔ اور جو لکھ دیتے ہیں وہ ادب وتحقیق کے لئے قیمتی نگینہ ہوتے ہیں۔ ان کی نثر میں جو جاذبیت ودلبری ہے اس کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہی کافی ووافی ہے۔ ان کی نظم کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہے نمونۃً آٹھ دس اشعار پیش ہیں۔ آپ کا وجدان پکار اٹھے گا کہ

'' ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں ہے''۔

حمد تیری کیا بیاں ہو تو عظیم الشان ہے

تو کریم و کار ساز و پاک اور رحمان ہے

ہے زباں سے پاک لیکن بولتا پھر بھی ہے تو

یہ کلام پاک تیرے نطق کا فیضا ن ہے

مدینہ پاک کی دلکش بہارو تیرا کیا کہنا

فضائے طیبہ کے دلبر نظارو تیرا کیا کہنا

جہاں کے کانٹے کی دل بستگی دل موہ لیتی ہے

وہاں کے پھول، پتی اور چمن زاروں کا کیا کہنا

آمد بہاراں ہے ذکر مصطفےٰ چھیڑو

ہر طرف چراغاں ہے ذکر مصطفےٰ چھیڑو

دور ہو رہے ہیں لوگ دین اور شریعت سے

سازِ قوم و ملت پہ ذکر مصطفےٰ چھیڑو

ہمارے دل میں گھر اپنا بناؤ یا رسول اللہ

ہمارے خواب میں تشریف لاؤ یارسول اللہ

رضا کی فکر ہے اسلاف کی فکروں کا مجموعہ

چراغ حق ہے یہ گھر گھر جلاؤ یا رسول اللہ

آپ مختار کل آپ نور خدا آپ کا مرتبہ مرحبا مرحبا

آپ محبوب رب پر تو کبریا آپ کا مرتبہ مرحبا مرحبا

پہونچے معراج کی شب حبیب خدا جس جگہ ہر بلندی کا سر جھک گیا

عرش اعظم نے چوما قدم آپ کا، آپ کا مرتبہ مرحبا مرحبا

اے میرے مصطفےٰ تم ہو جانِ چمن تم سے پھیلی جہاں میں نورانی کرن

تم پہ قرباں بہاروں کی ہر انجمن میرے سرکار طیبہ بلا لیجئے

میرا ذکر رضا میرے کام آگیا مصطفےٰ کے غلاموں میں نام آگیا

نام نامی لیا ہم نے جب باوضو آسماں سے درود و سلام آگیا

سبکا دین اور ایمان خطرے میں تھا ایک احمد رضا سب کے کام آگیا

کرو چراغاں سناؤ نغمے نبی کو نین آرہے ہیں

ہر ایک چہرے پہ تازگی ہے خوشی کے انوار چھا رہے ہیں

خدا نے محبوب کی خوشی میں زمیں سجائی زماں سجایا

خدا کی سنت کو یاد کر کے ہم اپنے گھر کو سجا رہے ہیں

سارے جن و بشر کی نظر تھک گئی راہ خیر الوریٰ دیکھتے دیکھتے

سر پہ رحمت کا سہرا سجائے ہوئے آگئے مصطفےٰ دیکھتے دیکھتے

جب عقیدے کے گلشن پہ حملہ ہوا عظمت مصطفےٰ بھی نشانہ بنا

آگئے اس گھڑی میرے احمد رضا بن کے شیر خدا دیکھتے دیکھتے

ہے حقیقت لطف بے حد اکنگے گھر جانے میں ہے

پر بہار زندگی در پر مچل جانے میں ہے

کائناتِ دل کی دھڑکن میں ہے جس کی آرزو

وہ سراپا ناز میرے دل کے کاشانے میں ہے

ان کے علاوہ اکابرینِ اہلسنت کی عقیدت افروز منقبت، دل میں ان کی محبت کے جوت جگاتی اوران کے مشن کو کلیجے سے لگانے کا حوصلہ بخشتی ہے۔اس طرح پچاس سے زیادہ نعت ومنقبت کا خوبصورت گلدستہ ''عروس فکر'' کے نام سے انشاء اللہ بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ یہ کتاب جو آپ کے زیب دست ہے یہ حقیقت میں ڈوبی ڈاکٹر نجم القادری کی عقیدت کا خوبصورت اظہاریہ ہے۔ اور اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت، خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے ان کے بے پناہ عشق کا ٹھوس ثبوت بھی۔حضرت علامہ مفتی رضا علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے کن دردوسوز، خلوص وللٰہیت کے گلہائے رنگا رنگ سے اپنی حیات کے جہات کو سنوارا تھا کہ ان کے بعد ایک سے بڑھ کر ایک ایسے ایسے پھول جو صحرا کو رشک چمن بنادے ان کے گلشن میں تواتر سے کھلتے رہے، جن کی دلنواز خوشبوؤں سے آج تک ملک کا ملک معطر ہو رہا ہے اور راہِ حق کے متلاشیوں کو صراط مستقیم کی رہنمائی کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت جیسا مجدد اعظم حجۃ الاسلام جیسا روشن برہان۔ مفتی اعظم جیسا فقیہ،

مولانا حسن رضا خان جیسا استاذ زمن۔ مولانا حسنین رضا جیسا حاذق مدرس۔ حضور صدر العلماء جیسا عبقری مفسر۔ تاج الشریعہ جیسا وحید عصر۔ حضور امین شریعت جیسا پاکباز کردار ساز، یہ سب آفاق عالم میں روشن ستارے اور ملک و ملت کے تابدار ہیرے ہیں۔ موضوع تحریر شخصیت حضرت علامہ الشاہ سبطین رضا خان صاحب حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ رضوان کے شہزادے، اور اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خانصاحب کے حقیقی پوتے، اور کیف بالائے کیف یہ کہ سیدی و مرشدی قطب عالم حضور مفتی اعظم کے چہیتے مرید اور خلیفہ ہیں۔ حضور مفتی اعظم نے ہمیشہ اپنی صحبت و قربت اور شفقت و چاہت سے انہیں سر شار و شاداب رکھا۔ آپ کی نگاہ کرم نے اس ذرے کو آفتاب اور آفتاب کو آفتاب درخشاں بنانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہ حضور مفتی اعظم ہی کی کرم و کرامت کی ضو فشانیاں ہیں کہ ایک مرد نحیف و ضعیف بریلی سے اٹھا اور چھتیس گڑھ کے جنگل و کہسار پر رضوی گھٹا بنکر چھایا اور نوری بارش بنکر اس طرح برسا کہ وادی کی وادی جل تھل ہو اٹھی، اور پوری ریاست و نواحِ ریاست میں دینی سنی انقلاب برپا ہو گیا۔ اس کتاب "حضور امین شریعت حیات اور کمالات" میں انہیں کی دینی اسلامی سماجی اور مسلکی جذبات کی پھیلی روشنیوں کو سمیٹنے کی ایسی کامیاب کوشش کی گئی ہے جیسے کوزے میں سمندر سمو دیا گیا ہو۔ یوں تو ہر عنوان

نئی اور انوکھی معلومات کا ایک نگار خانہ، تاہم ''حضور امین شریعت اور مسلک اعلیٰ حضرت'' طاقِ حیات میں محفوظ رکھنے کی چیز ہے تا کہ صلح کلیت کا کوئی جھونکا سنیت کے چراغ کو بجھانے یا اسکی لَو کم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت چونکہ حضرتِ مؤلف ڈاکٹر نجم القادری صاحب کی حیات کا سرمایہء حیات اور ان کی فکر و نظر کا خاص عنوان ہے، اس لئے اس مقالے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ اس میں عقیدے کی صحیح تعبیر بھی ہے اور عمل کی تنویر بھی، اس میں سنیت کا بھرپور تعارف بھی ہے اور ردِ وہابیت و بد مذہبیت کا ساز و سامان بھی۔ اس میں آزاد خیالی کے دفاع کا گولہ و بارود بھی ہے اور نت نئے فتنوں سے بچنے کی تدبیر بھی۔ حق یہ ہے کہ یہ مضمون بالخصوص مسلکی ذخیرۂ کتب میں ایک انمول اضافہ ہے، اور یہی حضور امین شریعت کے پھیلے پھیلائے تمام کاموں کا عطر مجموعہ بھی۔ اتنی اچھی کتاب سپردِ قوم و ملت اور حوالۂ علم و ادب کرنے پر میں حضرتِ مؤلف کو دل کی گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک نذر کرتا ہوں، اور امید رکھتا ہوں کہ اپنے حق بار و صداقت نگار قلم سے رضویاتی لعل و گہر کی رونمائی کرتے رہینگے تا کہ گم گشتہ راہ ہدایت کو چراغ رہبر و رہنما ملتا رہے، اور سماج و معاشرہ کے فکر و عمل کی زلفِ پریشاں سنورتی رہے۔

صمیمِ قلب سے دعا گو ہوں کہ خدائے قدیر حضور مفتی اعظم کے فیضان سے حضرت مؤلف کی عمر میں خوب برکت اور علم میں خوب وسعت عطا فرمائے، صحت و عافیت

کی دولت سے معمور کر کے انکی قلمی خدمات کو قبولیت دوام کی دولت سے مالا مال فرمائے ۔

میں تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں محترم حافظ محمد ظفیر الدین رضوی کو جو حضرت مؤلف کی کتابیں بہت ہی شوق اور امنگ سے چھاپنے کا پر خلوص جذبہ رکھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ حضرت اسی طرح لکھتے رہیں اور ہم چھاپتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلکِ رضا کی محبت میں جلائے ،مسلکِ رضا کی محبت میں سُلائے اور مسلکِ رضا کی محبت میں اٹھائے۔......آمین!!

طارق رضا نجمی ---(ریاض)

☆☆☆

تقدیم

حامداً و مصلیاً

چند مہینے پہلے ایک رسمی سی ملاقات میں محب گرامی وقار مولانا محمد ظفیر الدین رضوی صاحب قبلہ نے ایک خبر سنائی کہ ان دنوں وہ اپنے احباب کے ساتھ حضور امین شریعت مدظلہ العالی کی سیرت و شخصیت پر ایک کتاب کو منظر عام پر لانے کے عمل میں مصروف ہیں۔ اور اس سلسلے میں ابتدائی مراحل طے پا چکے ہیں۔ یہ خبر میرے دل کے نہاں خانہ میں دبی ایک دیرینہ خواہش کے تپتے ہوئے صحرا پر ابر کرم بن کر برسی۔

یوں تو نو عمری ہی میں میرے والد گرامی الحاج حافظ محمد خواجہ علی صاحب نور اللہ مرقدہ بانی دار العلوم اسحاقیہ نوریہ وشاکھا پٹنم نے مجھے حضور امین شریعت کے دامن فیض سے وابستہ فرما دیا تھا۔ اور ہر مرید کی طرح میرے دل میں بھی اپنے مرشد بر حق کی سیرت و شخصیت کو جاننے کی خواہش تھی۔ لیکن میری یہ خواہش میرے والد محترم کی حیات میں پیش آنے والے ایک حادثہ کے ظہور کے بعد اپنی انتہاؤں کو پہنچ گئی۔ بات ۱۹۹۸ء کی ہے جب والد محترم کو بارگاہ نبوی سے حاضری دربار رسالت مآب ﷺ کا پروانہ موصول ہوا۔ والد محترم کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی۔ اور کیوں

نہ ہو کہ یہ پروانہ ان فضاؤں میں سانس لینے کا پروانہ تھا جہاں محبوب پرور دگار ﷺ کے سانسوں کی خوشبو بسی ہے.....ان متبرک مقامات کو نگاہوں میں بسانے کا پروانہ تھا جنہیں حبیب پروردگا ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے.....اس دربار کی دید کا پروانہ تھا جہاں شاہانِ زمانہ بھی گداؤں کے صفوں میں کشکول تھامے کھڑے نظر آتے ہیں۔ دوران سفر ہر لمحہ آقائے دو جہاں کی عنایت پر دل شکر کے سجدے بجالاتا رہا۔ اور خیال ساری کائنات کے مرکز عقیدت ﷺ کی بارگاہ میں اپنی عقیدتوں کے نذرانے پیش کرنے میں مصروف رہا۔ اچانک ایک حادثے نے لطافتوں کے اس پرسکون ماحول کو طوفانوں کے حوالے کردیا۔ جدہ کے ہوائی اڈے پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد مذمومہ کی حمایت کرنے والے ایک نجدی افسر کا ہاتھ بڑھا اور والد محترم کے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے عطا کردہ اس تعویز کو والد محترم کے سینے سے جدا کرکے انکی نگاہوں کے سامنے کوڑے دان کے حوالے کردیا جسے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنے دست اقدس سے تحریر کرکے والد گرامی کو عطا فرمایا تھا۔ وہ نوشتہ انہیں ہر چیز سے بڑھ کر عزیز تھا۔ اپنے مرشد برحق کے نوشتے کی جدائی اور بے حرمتی دیکھ کر والد گرامی کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اس کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے بہت دوڑ بھاگ کی گئی لیکن ان نجدی افسروں نے ہر کوشش کو ناکام کردیا، بے انتہا کوششوں کے باوجود جب اپنے مرشد کے عطا کردہ

اس نوشتہ تک رسائی حاصل نہ ہوئی تو والد گرامی کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ اور ہوائی اڈے ہی کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ ہر چند خود پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن بے اختیار آنکھوں سے اشک بہنے لگے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی یاد اس شدت سے آئی کہ دل مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ اسی حال میں آنکھ لگ گئی تو خواب میں گوہر مقصود نے اپنے دیدار سے شادکام فرمایا۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو دیکھتے ہی والد بے اختیار ان کے قدموں میں گر کر اپنے اشکوں سے ان کے قدم ہائے ناز کو غسل دینے لگے، اور خود پر پیش آنے والے اس سانحے کو تڑپ تڑپ کر بیان کرنے لگے۔ جب تمام واقعہ کو بیان کر چکے تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے انہیں اٹھایا اور سوال فرمایا کہ میرے نوشتہ کے کھو جانے کا بے پناہ دکھ ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیا دوبارہ لکھ دوں؟ (اندھا کیا چاہے دو آنکھیں) فوراً کہا: ہاں۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے لبوں پر ایک مدھم سا تبسم رینگ گیا اور آپ نے ایک نورانی چہرے والے بزرگ کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ان سے لو، سمجھو میں نے خود لکھ دیا ہے۔ اتنا کہہ کر حضور نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ والد گرامی نے ارشاد فرمایا کہ میں بے اختیار اس نورانی چہرے والے بزرگ کی جانب لپکا تاکہ ان سے ان کا پتہ پوچھ سکوں جب قریب پہنچا تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہ بزرگ کوئی اور نہیں حضور امین شریعت مدظلہ العالی کی ذات تھی۔ اچانک نیند کھل

گئی تو میں نے محسوس کیا کہ چہرے پر آنسوؤں کی تری ہے، ہونٹوں پر تبسم ہے، اور دل کی دنیا میں ایک بار پھر سکون چھایا ہوا ہے۔ حج و زیارت سے واپسی پر حضور امین شریعت کی بارگاہ میں حاضری دینے پہنچا تا کہ ان سے دوران سفر پیش آنے والے واقعات کو بیان کر سکوں۔ جب آپ کے حضور حاضری دی تو دیکھا حضرت اپنے معتقدین کے جلو میں جلوہ افروز ہیں۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب مرحمت فرماتے ہوئے میری جانب توجہ مبذول فرمائی نظر پڑتے ہی لبوں پر تبسم کی کرنیں پھوٹیں۔ اور میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی آپ نے کاغذ قلم اٹھا کر ایک تعویذ لکھا اور میری جانب بڑھاتے ہوئے ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ لیجئے آپ کے مرشد کا نوشتہ۔ میں جو عرض حال کے لئے بے چین تھا آپکے شفقتوں بھرے تبسم نے اور آپ کے لبہائے مبارک سے نکلنے والے اس ایک معنی خیز جملے نے ایک لمحے کے لئے میری زبان پر تالے ڈال دیئے۔ دل ایک عجب سے انداز میں ڈوب کر ابھرا۔ سانسیں ایک لمحے کو گویا تھم سی گئیں۔ اور میں بے اختیار آپ کے قدموں میں جھکتا چلا گیا۔

اپنے آقاؤں کی اس نوازش کو جب والد نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ ہم گھر والوں کے سامنے بیان کیا تو میرے دل میں حضور امین شریعت مدظلہ العالی کی سیرت اور شخصیت کو مزید گہرائی کے ساتھ جاننے کی طلب نے ہلچل مچا دی۔ لیکن تعلیمی مصروفیات کے سبب اپنی اس تشنگی کو سیراب کرنے کے لئے نہ کوئی میخانہ میسر آیا اور

نہ ہی کوئی ساتی دستیاب ہوا۔

کچھ دنوں پہلے اپنے ایک ذاتی کام کے سلسلے میں مولانا ظفیر صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مشفق گرامی حضرت علامہ و مولانا ڈاکٹر نجم القادری صاحب قبلہ کی حضور امین شریعت کی حیات وخدمات سے متعلق تحریر کردہ کتاب کا مسودہ ہاتھوں میں تھما کر اس پر اپنے کچھ تاثرات کو قلم بند کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علامہ صاحب قبلہ سے میری شناسائی چند ملاقاتوں کی ہے۔ لیکن ان ملاقاتوں میں حضرت علامہ کے علمی تبحر، مسلک اعلیٰ حضرت کے ساتھ عشق کی حد تک لگاؤ اور اس کی بے باک ترجمانی ہمیدان تحریر وخطابت کی بے مثال شہسواری اور ان جیسے اعلیٰ خوبیوں کے ساتھ اخلاق وکردار کی بلندی نے مجھے اپنا گرویدہ بنالیا۔ یقیناً ان کی تحریر پر اپنے تاثرات کو قلم بند کرنا میرے لئے سورج کی شعاعوں کی ٹمٹماتے چراغ کی روشنی سے پیمائش کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن جب حکم نامہ کے ساتھ مذکورہ کتاب کا مسودہ ہاتھوں میں آیا تو اپنی نا اہلی پر اچھی طرح باخبر ہونے کے باوجود اپنے مرشد کی حیات سے واقفیت کی خواہش کی شدت سے مجبور ہو کر چاہنے کے باوجود انکار نہ کرسکا۔ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال کر ایک ہی نشست میں پوری کتاب پڑھ ڈالی۔ حضرت علامہ کی تحریر کا اسلوب نہایت شستہ، سلاست وروانی سے پر اور تعبیرات وتشبیہات کے برمحل استعمال کے ساتھ حالات وواقعات کی ایسی منظر کشی پر مشتمل

ہے کہ دوران مطالعہ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا حضور امین شریعت کی حیات با برکت کے ایک ایک پہلو کو حضرت کے قدمہائے ناز سے لپٹے بذات خود مشاہدہ کر رہا ہوں۔انداز تحریر کی کشش نے ایسا جکڑا کہ وقت کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوا اور کتاب ختم ہوگئی۔کیف وسرور کا اثر جب کچھ مدھم پڑا، ذہن کچھ اعتدال پر آیا تب حقیقت کی سنگینی کا اندازہ ہوا کہ جذبات کی رو میں بہہ کر میں نے ایک ایسی بھنور میں چھلانگ لگادی ہے جس سے نکلنا ہم جیسے نو آموز تیراک کے بس کی بات نہیں ۔ خیر یہ چند جملے کاغذ پر تحریر کردئے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالی مصنف حضرت علامہ ومولانا ڈاکٹر نجم القادری صاحب قبلہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔ مصنف اور ناشر کو اس کا بہترین اجر دونوں جہاں میں عطا فرمائے، اور قارئین کے درمیان اس کتاب کو مقبول عام فرمائے۔آمین۔!

محمد جعفر علی مصباحی

صدر المدرس دار العلوم اسحاقیہ نوریہ

نیو گاجواکا، وشاکھاپٹنم۔

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی، ادبی اور دینی اعتبار سے چھتیس گڑھ اور بریلی کی اہمیت جگ ظاہر ہے۔ یہاں کے بزرگانِ دین کا شہرہ رہا ہے۔ ان میں حضرت امینِ شریعت کا مقام بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ ان کے ایک عقیدت مند ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری نے موصوف کی شخصیت، خدمات اور کارناموں پر کتاب لکھی ہے جس میں صداقت کا عنصر ہے کہ امینِ شریعت نہ صرف انسان دوست ہیں بلکہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ ہیں اسی لئے عظمت اور بزرگی ان کے قدم چومتی ہے اور سرفرازیاں بلائیں لیتی ہیں۔ رشد و ہدایت کی وجہ سے پچاس سال تک تشنہ کامانِ صلاح و فلاح کو رضوی فیضان اور قادری عرفان سے مالا مال کیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری ان کے بارے میں تفصیل بتاتے ہیں:

"آپ (حضور امینِ شریعت سبطین رضا خان) اعلیٰحضرت کے منجھلے بھائی، شاگرد داغ دہلوی، استاذِ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے پوتے ہیں، علمی ہمہ گیر شخصیت حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب کے صاحبزادے ہیں اور فضل بالائے فضل یہ کہ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سرورِ قلب اور چہیتے ہیں۔

آج خود بھی "امینِ شریعت"، "پیرِ طریقت"، "شبیہ مفتیِ اعظم"، "حکیم الاسلام" اور "قطبِ چھتیس گڈھ" جیسے اعلیٰ لقب سے ملقب ہیں۔

قطبِ چھتیس گڈھ کی پیدائش ۲ / نومبر ۱۹۲۷ء کو بریلی میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نجم القادری نے انکی ولادت، تعلیم، اساتذۂ کرام کے نام، شادی خانہ آبادی، بیعت وخلافت، درس وتدریس، صبح روشن، بیکراں شفقت، کمالِ سیرت، دعوتِ دین، خدمتِ قوم، شعروسخن، قومی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینے میں، ماہ محرم اور کچھ یادیں کچھ باتیں، کے عنوان کے تحت آفتاب علم و ولایت کے بارے میں تفصیلی بات کی ہے، ان کے مضامین کا جائزہ لیا ہے، شاعرانہ قد کے بارے میں بتایا ہے اور ذاتی تجربات کے آسمان پر مہتاب کی چمک کا عکس پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں بہت سے واقعات ہیں جن سے مسلک کا پتہ چلتا ہے۔ آواز کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے، قوم وملت کی سرخ روئی وسر بلندی کے بیکراں جذبے کی تفہیم سامنے آتی ہے اور تحمل وبردباری کی برداشت وگذاشت کے تلخ وشیریں و قوسے سامنے آتے ہیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں اسلامی شریعت نے ایک ایمانی سماج قائم کرنے کا پابند بنایا ہے، جس کے لئے رشد وہدایت دینے والے آتے رہے ہیں جو فطری ضرورت کے تحت عظیم مقصد کی نشاندہی کرتے رہے ہیں۔

اس کتاب کے ذریعہ فکر کا تنوع سامنے آتا ہے۔ ڈاکٹر نجم القادری نے اشعار کے ذریعہ بھی حقیقت کی عکاسی کی ہے:

رضا کے گلشن کے پھول ہو تم رہِ وفا کے اصول ہو تم

ہے پاک و شفاف تیری سیرت امین شریعت امین شریعت

رضا کی سنت کا فیض ہے یہ اور مفتی اعظم کا نور ہے یہ

جو چھتیس گڈھ کی بدل دی قسمت امین شریعت امین شریعت

ظلمت کدے میں سنیت کا اجالا پھیلانے والی حضور امین شریعت کی شخصیت متوجہ کرتی ہے اس لئے کہ وہ اہمیت کے حامل ہیں۔ معتبر تو ہیں ہی، ان سے روشنی لینے والوں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔

عثمان انجم

مدیر: ''اصنام شکن'' وشاکھاپٹنم

تاثرات

ثاقب رضا نجمی (کٹک)

دنیا بزم ہستی ہے۔ یہ بزم ملک، قوم، انسان کے عروج وزوال کی داستان سمیٹے ہوئے ہے۔ دنیا میں وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو بزرگوں کی حیات و خدمات کو زندہ رکھتی ہیں اور انکی زندگی کے ہر پہلو کو اجاگر اور روشن رکھا کرتی ہیں۔ بڑی بڑی شخصیتوں کی زندگی مشعل راہ ہوتی ہے۔ جو دوسروں کی تاریک زندگیوں کو روشنی بخشنے کا کام کرتی ہیں۔ ان شخصیتوں کی حیات، خدمات اور کمالات کو اجاگر کرنے کے تین موثر طریقے تقریر، تحریر اور تحریک ہیں۔

ملت کا درد رکھنے والے حضرات ان تین طریقوں کے ذریعے مذہب پہ ہونے والے ہر حملے کا دندان شکن جواب دیتے رہے ہیں۔ فتنوں کی سرکوبی کرتے رہے ہیں۔ اور اپنے ماضی واسلاف کی یادیں تازہ کرتے رہے ہیں۔ زیرنظر تالیف ''حضور امین شریعت حیات اور کمالات'' بھی اسی وصف کی تازہ ترین جلوہ نمائی ہے۔ اور اسلاف وشخصیات پہ قلم اٹھانے کی پرانی روایت کی تجدید کاری ہے۔ جس میں

تین مفصل عنوانات کے ذریعے حضور امین شریعت کی حیات وخدمات' افکار وکردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلا عنوان حضرت کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور 'سیرت' اسی روشنی کو رعنائی بخشتی ہے۔ دوسرا عنوان موصوف کی یادوں کے دریچوں سے جھانکنے والے مناظر کی صف آرائی ہے۔ اور یادوں کو باتوں کا لباس پہنا کر تحریری شکل میں حضرت کے آئینہ حیات' کو دکھایا گیا ہے۔ اور تیسرا عنوان حضرت کے حوالے سے مسلک رضا کے مبادیات واصولیات، اور اس پر استقامت کی عقدہ کشائی کرتا ہے۔ یہ عنوان 'خار وگل' کے دونوں وصف سے یکساں طور پر متصف ہے۔ کسی کا چہرہ پڑھ کر شادماں ہوگا۔ تو کسی کی پیشانی پر سلوٹیں نمایاں ہو جائیں گی۔ یہ تصنیف بصیرت افروز بھی ہے حقیقت اندوز بھی۔ دلربا بھی ہے چشم کشا بھی... مصنف کو 'رضا' خانوادۂ رضا' اور مسلک رضا، سے جو والہانہ نسبت وعقیدت ہے۔ اسکی ضوفشانی اس تازہ تالیف میں نمایاں طور پر ہو رہی ہے۔

اس کتاب کے مصنف علامہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب ہیں۔ موصوف کی رابعہ تک کی تعلیم گہوارۂ اسلام' جامعہ قادریہ مقصود پور (مظفر پور) میں حاصل ہوئی۔ اسکے بعد حضور شیر بہار علیہ الرحمۃ ورضوان نے 'منظر اسلام' بریلی شریف بھیج دیا۔ جہاں سے موصوف فارغ التحصیل ہوئے۔ چنانچہ حضور شیر بہار علیہ الرحمۃ

نے 'بریلی' کا جو جام پلایا۔تو آج تک اسی جام ومینا کا نشہ انکے مشاغل سے تحریری تقریری تدریسی اشکال میں چھلکتا نظر آتا ہے۔ اور منظر اسلام سے فیضانِ رضا جو برسہا برس برساتو پھر اسی فیض سے مستفیض ہوکر موصوف آج آسمان علم وادب کے ماہ و نجوم بن کر ضیاپاشی کررہے ہیں۔اس کے بعد موصوف نے ۲۰۰۲ء میں اعلیٰ حضرت کے مغز افکار" **امام احمد رضااور عشق مصطفےٰ**" کےعنوان سے جب مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تو انکا علمی کشکول مدرسہ اور یونیورسٹی دونوں علوم کے گوہر و جوہر سے مزین و مرصع ہوگیا۔

موصوف کے مشاغل تحریر،تقریر،تدریس وتحقیق تو ہیں ہی۔لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت واشاعت خاص مشغلہ ہے۔چونکہ ان کی تحریریں پُرکشش ہونے کے ساتھ ساتھ پُرمغز بھی ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے مضامین و مقالہ،تحقیق،کو بیرون ہند میں بھی متعدد دفعہ چھاپا گیا ہے۔اور چھاپا جارہا ہے۔ دعا ہے مولیٰ تبارک وتعالیٰ اس کتاب کوشہرت عامہ عطا فرمائے،اسی طرح مزید دینی مذہبی مسلکی ملی کام لیتا رہے۔اور اس کے لئے موصوف کوصحت، عافیت اورعمر درازی عطا کرے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین ﷺ

تاثراتِ قلبی

عزیز القدر برادرم حضرت مولانا حافظ وقاری ظفیر احمد صاحب رضوی کی معرفت ''حضور امین شریعت حیات اور کمالات'' کا مسودہ پڑھنے کو ملا۔ تنگیِ وقت کے باعث اجمالی طور پر سرسری نگاہ ہی ڈال سکا۔

ماشاءاللہ! حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب نجم القادری نے ''حضرت کے حیات وکمالات'' کے تعلق سے اپنی معلومات کا سرمایہ جس حسین پیرایہ میں سمویا ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد نہ صرف ہم اپنی جماعت کی عظیم ترین عبقری شخصیت سے متعارف ہوتے ہیں بلکہ مولانا صاحب موصوف کی زبان وقلم پہ کامل دسترس کا علم بھی ہوتا ہے۔ اخیر میں یہ بھی عرض کردوں کہ یہ کتاب جو خوبصورت ودلکش اور عمدہ طباعت وکتابت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ عزیزم حافظ وقاری مولانا ظفیر صاحب کی بے لوث دینی ولولہ اور اپنے پیر ومرشد متاعِ حیات حضور امین شریعت سے بے پناہ عقیدت کی نشاندہی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے ان دونوں حضرات کی سعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ اور کونین میں نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

طفیل احمد رضوی

خادم جامعہ گلشن زہرا۔ کانکیر

منظوم خراج عقیدت

کیا کہوں کیا عمل میرے کام آ گیا　　میرا رضوی غلاموں میں نام آ گیا
ہے عنایت کرم میرے سبطین کا　　مجھ سا ناکارہ بھی شاد کام آ گیا
وہ جو آئے تو آئی نسیم حیات　　پورے بستر میں دینی نظام آ گیا
ہر طرف چھا گئی نور کی چاندنی　　میرا محبوب بالائے بام آ گیا
ایسی تم نے چلائی ہے تیغ رضا　　جو بھی گستاخ تھا زیر دام آ گیا
تیرے قربان اے ساقی میکدہ　　رضویت کا میرے ہاتھ جام آ گیا
جب بھی میں گھر گیا غم کے طوفان میں　　میرے سبطین کا لب پہ نام آ گیا
اس پہ قرباں میری جاں میرا دل جگر　　جس کے صدقے میں پڑھنا سلام آ گیا
ہے غلام رضا یہ ظفیر حزیں　　میرے حق میں یہ نوری پیام آ گیا

تجم چھیڑو ذرا نغمۂ قادری
ان کی محفل میں تیرا بھی نام آ گیا

۲

امین شریعت رہو سلامت ہمارے دل کی یہ آرزو ہے

تم ہی سے سنیت چمک رہی ہے تم ہی سے ملت کی آبرو ہے

وہ جس نے انوارِ مصطفٰے سے اجالا بخشا چھتیس گڈھ کو

اسی کا چرچہ اسی کی باتیں یہاں وہاں اور کو بہ کو ہے

رضا کا نغمہ سنا سنا کر اور نوری جلوہ دکھا دکھا کر

بنایا جس نے نبی کا شیدا اسی کی ہم سب کو جستجو ہے

نبی کی سیرت کا آئینہ ہو جمال اصحاب حق نما ہو

اور غوث اعظم کی تم عطاء ہو شہد میں ڈوبی سی گفتگو ہے

خیال و فکر و نظر میں تم ہو، ہمارے قلب و جگر میں تم ہو

ہماری شام وسحر میں تم ہو، تمہارا جلوہ ہی روبرو ہے

تمہاری صحبت کا کوئی لمحہ ملا جسے بھی ہوا وہ شیدا

ظفیر رضوی پکار اٹھا ہماری ہستی میں تو ہی تو ہے

کرم ہو اب نجم قادری پر کھڑا ہے حسرت سے دل سجا کر

بنا دو اس کا بھی اب مقدر تمہارے ہاتھ اس کی آبرو ہے

☆☆☆

۳

وقار امت ، بہار ملت امین شریعت امین شریعت
تمہارا سایہ رہے سلامت امین شریعت امین شریعت

ہمیشہ پل پل خیال رکھا حدیث و سنت کا اور فقہ کا
ہو واقعی تم امین شریعت امین شریعت

رضا کے گلشن کے پھول ہو تم رہِ وفا کے اصول ہو تم
ہے پاک وشفاف تیری سیرت امین شریعت امین شریعت

رضا کی نسبت کا فیض ہے یہ اور مفتی اعظم کا نور ہے یہ
جو چھتیس گڑھ کی بدل دی قسمت امین شریعت امین شریعت

یہ سنیت کی بہار و مستی یہ رضویت کی مچلتی کھیتی
تمہاری محنت کی ہے بدولت امین شریعت امین شریعت

دلِ وہابی ہو پارہ پارہ لگاؤ جم کر رضا کا نعرہ
پکارو ملکر سب اہل سنت امین شریعت امین شریعت

اے درد والفت وفا کے پیکر اے غوث وخواجہ رضا کے مظہر
اٹھاؤ نظریں بدل دو قسمت امین شریعت امین شریعت

ہے آرزو نجم قادری کی رہے سلامت بفیض نوری
بروز محشر ہماری عظمت امین شریعت امین شریعت

نور بصیرت

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

وہ بھی کوئی زندگی ہے جو بے فکری ہو، جس میں نقد ونظر کے تڑپتے ہوئے قاش نہ ہوں۔ تجسس اور بصیرت نہ ہو، تفکر اور تدبر نہ ہو، جس میں کوئی طوفان نہ ہو، کوئی اضطراب نہ ہو۔ زندگی وہ ہے جو ان جواہر پاروں میں سے کچھ سے تو نہ صرف آشنا بلکہ مزین اور مرصع بھی ہو۔ اسی لئے زندہ دل انسان فکر وبصیرت کے حفظان صحت کا خیال ہی نہیں خصوصی خیال رکھتے ہیں اور اس کے لئے حال کا رشتہ ماضی سے جوڑنا وہ اتنا ہی ضروری سمجھتے ہیں جتنا کہ جان سے جسم کا رشتہ جوڑنا۔ حال جب ماضی سے کسب نور وضیاء کرتا اور مستقبل تک پہنچاتا ہے تب قوموں کو اپنی حقیقت واصلیت سمجھ میں آتی اور اسلامی آثار وروایات کی برتری دل میں ہمکتی اور پیشانی پر چمکتی ہے چودہ ساڑھے چودہ سو برس پرانی قدریں آج اگر اپنی اسی تب وتاب جاہ وانہ کے ساتھ موجود اور محفوظ ہیں تو یہ سب کی سب مرہون منت ہیں ان انمول شخصیات کی جو حال کے لئے بصارت، مستقبل کے لئے بصیرت اور ماضی کے لئے امانت کا وجدان رکھتی تھیں اور رکھتی ہیں، اس تناظر میں حضور امین شریعت، دنیائے اسلام وسنیت کیلئے نعمت غیر مترقبہ سے کم

نہیں ہیں۔ آپ نے انکو دیکھا جنہوں نے اعلیٰ حضرت کو دیکھا۔ آپ انکے پاس بیٹھے جنکو حجۃ الاسلام کے پاس بیٹھنا نصیب تھا۔ آپ نے ان سے کسب علم کیا جنہوں نے صدر الشریعہ سے تحصیل علم کیا۔ آپکو ان کا فیض ملا جو ملک العلماء کے فیض یافتہ تھے۔ ایک طرف آپکی نظر ماضی کی ان چمکتی پیشانیوں پر ہے تو دوسری طرف حال کے بے حال لوگوں کی سیرت وحیات پر، اس تعلق سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور امین شریعت اسلاف کی روشن یادگار ہیں تو اخلاف کے لئے روشن مینار، اس وقت آپ گلشن رضا کے گل تر، عقیدت مندوں کے مرجع اور دسیوں ریاستوں میں پھیلے اپنے مریدوں کی تمنائے بامراد ہیں۔ مرید تو بہت سے ہوتے ہیں مگر ان میں کم ہی ہوتے ہیں جو اپنے پیر کی حیات وخدمات کو نقش دوام بنانے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ اور ایک ایک ادا کو کتاب کی تجوری میں محفوظ کر دینے کی جتن کرتے ہیں، اس حوالے سے بڑے خوش بخت ہیں عزیزی حافظ محمد ظفیر الدین رضوی جو اس فقیر سے نسبت تلمذ اور حضور امین شریعت سے شرف بیعت رکھتے ہیں، انہوں نے حضور امین شریعت پر کچھ لکھنے کے لئے مخلصانہ اصرار کے ساتھ اتنی بار گزارش کی کہ میرے لئے انکار کی گنجائش نہ رہی۔ آخر مجھے قلم اٹھانا ہی پڑا۔
میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور میرے دل پر جو واردات گزری تھیں میرے قلم نے اپنی زبان خموش سے بعینہ اس کی ترجمانی کی کوشش کی ہے۔ یہ مبالغہ نہیں مشاہدات

کہیں آپ کو اسلام کے کردار کی نمائندگی نظر آئے گی تو کہیں عابد شب زندہ دار کی عبادت کا کیف نظر آئے گا۔ کہیں احقاق حق کرنے والے علمائے ربانیین کے جذبہ حق گوئی کا ولولہ نظر آئے گا۔ کہیں آپکو ایک صوفی باصفا کی سوز وگداز تصوف سے معمور زندگی نظر آئے گی تو کہیں ایک صاحب بصیرت کی نور بصیرت کا عکس جمیل نظر آئے گا۔ کہیں انسانی ہمدردی سے لبریز نوع انساں کی غمگساروہمدردی کی تصویر نظر آئے گی تو کہیں مذہب اہلسنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقاء کا منصوبہ بند پلان نظر آئیگا۔ آج ضرورت ہے کہ پورے ملک میں جہاں جہاں بھی ایسی شخصیتیں موجود ہیں ان کے کارناموں سے نا آشنا دلوں کو آشنا کیا جائے، اور اس کے لئے تحریر ہی ایک ایسی شکل ہے جو افراط وتفریط سے پاک ہے۔ اور جس میں دوام واستحکام کی نوید جانفزا ہے۔ ہاں اسکے لئے ضروری ہے کہ انداز معروضی ومعقولی ہو۔ اگر جوہر اعتدال سے آشنا تحریر ہے تو نتیجہ منطقی ضرور نکلے گا۔ اس لئے کہ ایسی تحریر میں دلوں کو جھنجھوڑ دینے کی بے پناہ قوت موجود ہوتی ہے۔ جو برسوں نہیں قرنوں اپنی برکات واثرات کا جادو جگاتی رہتی ہیں۔ ہم نے بڑی سنجیدگی سے حضرت کی حیات وخدمات کا خاکہ کھینچنے اور اس میں صداقت کا رنگ بھرنے کی سعی کی ہے۔ تقریباً ان کی زندگی کے ہر پہلو کو قبائے تحریر میں محفوظ کرنے کی جتن کی ہے۔ تا کہ لوگ پڑھیں، غور کریں، سمجھیں اور حقیقت کے قریب آئیں اور اپنی حیات کا ان کی حیات کو آئیڈیل بنائیں۔

اللہ کے فضل سے ابھی حضرت باحیات ہیں بہت پچھان سے لیا جا سکتا ہے ورنہ سوائے یہ کہنے کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا :

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی

اور میں بر ملا اپنے خیال کا اظہار اس لئے کرر ہا ہوں کہ علمائے اہلسنت کی غالب اکثریت جوانہیں جانتی ہے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور امین شریعت زندہ ولی ہیں۔ایک موقع پر عزیزم حافظ ظفیر الدین نے بتایا کہ ان کی ملاقات انکے ماموں حافظ احادیث کثیرہ حضرت علامہ مولانا محمد مسلم صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان (جمشید پور) سے ہوئی ، خیر خیریت کے بعد جب حافظ محمد ظفیر الدین رضوی نے بتایا کہ میں حضور امین شریعت کے مدرسہ دار العلوم فیض الاسلام کیشکال میں پڑھتا ہوں تو فوراً مولانا نے پوچھا کہ مرید ہوئے ہو کہ نہیں ، جب حافظ ظفیر نے نفی میں جواب دیا تو مولانا موصوف مرحوم نے فرمایا مدرسہ پہنچتے ہی پہلی فرصت میں ان سے مرید ہو جانا وہ اللہ کے ولی ہیں ، مجھے فخر ہے کہ میں ایک خشک مولوی کی حیات سے آپ کو متعارف نہیں کرار ہا ہوں ۔ بلکہ ایک صوفی باصفا ، ایک عالم باعمل اور ایک زندہ ولی کی زندگی بخش حیات کے گلہائے رنگا رنگ کی سیر کرار ہا ہوں ۔میں اپنی اس چھوٹی سی کاوش کی پیش کش میں کہاں تک کامیاب ہو سکا ہوں یہ فیصلہ آپ کے باذوق مطالعہ اور قوت نقد ونظر پر منحصر ہے ۔تاہم ہمیں مسرت ہے کہ غلو ومبالغہ کی آوارہ گرد سے بھی دامن کتاب کو ہم نے بچانے

کی فکر کی ہے۔ اتنا تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ اندھیرے میں ایک دیا تو جلا ہے، اب اس روشن چراغ سے مزید چراغ روشن کرنے کی تمنا ہم آپکے حوالے کرتے ہیں۔

حسرتوں کا ناحق خون ہوگا اگر اس موقع پر میں عزیزم حافظ محمد ظفیر الدین رضوی کے داماد حضرت مولانا حافظ نوشاد عالم رضوی خطیب وامام اسٹیل پلانٹ مسجد وشاکھاپٹنم ۔اور انکے بھتیجے مولوی غلام مصطفےٰ رضوی سلمہٗ ،اور عزیزم حافظ وقاری طارق رضا نجمی سلمہٗ ،عزیزم ثاقب رضا نجمی سلمہٗ، کا ذکر نہ کروں کہ ان سب حضرات کی مشترکہ خواہشات کے یہ محسوس ثمرات ہیں کہ یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے۔اور ایک ولی کامل کی روحانی صحبت میں بیٹھنے اور فیوض وبرکات سے مالا مال ہونے کا موقع میسر آرہا ہے۔بس آپ سب سے یہ مخلصانہ گزارش ہے کہ صرف یہ دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ میرا نور بصیرت عام کردے۔

☆☆☆

حضور امین شریعت سیرت اور شخصیت

یہ حق ہے کہ شخص سے شخصیت بننا آسان نہیں ہے، یہ کوئی بنی بنائی کھیر نہیں ہے کہ آدمی کھالے اور کایا پلٹ جائے، اس کے پیچھے کئی ایک اسباب ہوتے ہیں۔ کتنے عوامل کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ متعدد ذرائع جب اپنے جواہر اگلتے ہیں تب کہیں جا کر کلی پھول بنتی ہے۔ ذرہ آفتاب بنتا ہے اور زندگی میں انقلاب عظیم آتا ہے۔ مثلاً گھر کا ماحول کیا ہے، اور گھر کی فضا کیسی ہے خاندان میں علمی دلچسپی کا معیار کیا ہے۔ اساتذہ کیسے ہیں۔ دانشگاہ کا علمی دبدبہ کس نوعیت کا ہے، تعلیمی و تعلمی رجحان کا معاملہ کیا ہے۔ دوست واحباب میں محنت و لگن کی فراوانی ہے کہ نہیں ہے، جستجو و آرزو میں صداقت کا عنصر ہے کہ نہیں، غرض کہ یہ بکھری کڑیاں جب ایک جگہ سمٹ جاتی اور باہم گلوگیر ہو جاتی ہیں تو علم راسخ کی نوری زنجیر وقوع پذیر ہوتی ہے اور شخص میں شخصیت، انسان میں انسانیت، اور عظیم میں عظمت کی روح مسکراتی ہے، پھر بلندیاں قدم چومتی

اور سرفرازیاں بلائیں لینے لگتی ہیں، اس تناظر میں آج مجھے دیکھنا ہے اس شخصیت کو جو بریلی کی فضا سے رشد و ہدایت کا بادل بن کر چلی اور مدھیہ پردیش، موجودہ چھتیس گڈھ پر ٹوٹ ٹوٹ کر برسی۔ اور مسلسل پانچ دہائی تک تشنہ کامانِ صلاح و فلاح کو رضوی فیضان اور قادری عرفان سے مالا مال کرتی رہی، جہاں تک گھریلو ماحول اور گرد و پیش کے حال کی بات ہے تو اس سلسلے میں یہی ایک بات اطمینان قلب کے لئے کافی ہے کہ آپ خانوادہ اعلیٰحضرت کے چشم و چراغ ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے منجھلے بھائی، شاگرد داغ دہلوی، استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب کے پوتے ہیں، علمی ہمہ گیر شخصیت حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب کے صاحب زادے ہیں اور فضل بالائے فضل یہ کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سرور قلب اور چہیتے ہیں۔ آج خود بھی امین شریعت، پیر طریقت، شبیہ مفتی اعظم، حکیم الاسلام، اور قطب چھتیس گڈھ جیسے اعلیٰ لقب سے ملقب ہیں۔

ولادت اور تعلیم:

آپ کی پیدائش بریلی شریف کے مشہور عالم محلہ، محلہ سوداگران میں ۲؍ نومبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی۔ بچپن ناز و نعم کے سائے میں گزرا۔ ننھی سی عمر میں رسم بسم اللہ خوانی کی تقریب آپ کے ماموں مولانا عبدالہادی خانصاحب کے مکان میں منعقد ہوئی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانصاحب کے چھوٹے بھائی حضور مفتی اعظم ہند

کے سسر محترم، ماہر علم فرائض حضرت علامہ محمد رضا خان صاحب کے ذریعہ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے حضور مفتی اعظم ہند کے مدرسہ دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی، محلہ بہاری پور، بریلی شریف میں داخلہ کرایا گیا۔ جہاں آپ نے جملہ کتب متداولہ کی تعلیم حاصل کی، علم طب کی تحصیل کے لئے اپنے رفیق درس مولانا فیضان علی بیسلپوری کے ساتھ علی گڈھ تشریف لے گئے اور اس فن کے لولو ومرجان سے دامن سجایا۔

اساتذہ کرام :

جن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی وہ آسمان فضل وشرف کے ایسے مہ وخورشید تھے جن کی ضیاء بار کرنوں نے شرق وغرب کی فضائے بسیط کو جگمگا رکھا تھا چند کے مبارک اسماء یہ ہیں:

۱۔ استاذ العلماء حضرت علامہ حسنین رضا خانصاحب (والد بزرگوار)

۲۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی۔ (مصنف بہار شریعت)

۳۔ شیخ المحدثین حضرت علامہ سردار احمد خانصاحب۔ (محدث اعظم پاکستان)

۴۔ شمس العلماء حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد جونپوری (مصنف قانون شریعت)

۵۔ شیخ الادب حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب (اعظم گڈھ)

۶۔ دبیر العلماء حضرت مولانا حافظ عبد الروف صاحب۔ بلیاوی

۷۔ بحر العلوم حضرت مولانا سید ظہیر الدین زیدی صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

۸۔ وقار العلم حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب (کراچی پاکستان)

۹۔ بہار درس وتدریس حضرت مولانا غلام یاسین صاحب (پورنیہ بہار)

۱۰۔ ان کے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند نے بھی اپنے علمی وروحانی فیوضات سے نوازا اور خوب نوازا ۔

آپ کے خلفاء:

کسی دینی مذہبی شخصیت کی عظمت واہمیت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ ان کے خلفاء میں کون کون اور کیسی کیسی بڑی بڑی دبنگ شخصیتیں ہیں ۔ظاہر ہے قابل ذکروتذکرہ شخصیتیں جب کسی سے خلافت کی توقع رکھتی ہیں ۔موقع کے انتظار میں ہوتی ہیں ۔اور خلافت مل جائے تو اپنا قد اونچا ہوجانے پر ناز کرتی ہیں تو اس سے اس ممدوح شخصیت کی علمی عظمت ، عملی رفعت ،سماجی وجاہت اور ملکی مقبولیت کا بینر فضائے بسیط میں لہرانے لگتا ہے ۔اس وقت مذہبی روحانی تناظر میں جس شخصیت کی خلافت عظمت کا بلند مینار سمجھی جارہی ہے اور بڑے بڑے علماء ومشائخ حسرت کا کشکول ہاتھ میں لئے قطار میں لگے ہیں وہ ہیں فخر ازہر، قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری ۔حضور امین شریعت بھی اسی بریلی گلشن کے مہکتے گلاب ہیں مگر اپنی تمام تر خوبیوں ،خوشبوؤں کو خاموشی اور بے ریائی کے غلاف میں چھپائے ہوئے

ہیں۔تاہم چلمن کی اوٹ سے جب خوشبو جھانکتی ہے تو پروانہ وار لوگ قریب ہوتے، مرید ہوتے اور اپنی اہلیت وظرف کے پیش نظر خلافت کی امید رکھتے ہیں۔

حضور امین شریعت کے خلفاء میں افق ہند کے کیسے کیسے چاند سورج کی شمولیت ہے اس کی ایک اجمالی فہرست ذیل میں ہے۔ یہ فہرست ہمیں مولانا طفیل احمد رضوی، کانکیر کی معرفت حاصل ہوئی ہے۔

۱ شیر بہار، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی صاحب
(بانی:۔ جامعہ قادریہ مقصود پور۔ مظفر پور (بہار)

۲ حضرت مولانا مفتی محمد مسلم صاحب شمسی.......................جمشید پور

۳ خطیب لاثانی حضرت مولانا محمد حسین ابوالحقانی صاحب.....مدھوبنی، بہار

۴ حضرت مولانا مفتی خالد صاحب شمسی......................کلیر (بہار)

۵ حضرت مولانا سلمان رضا خانصاحب.....................بریلی شریف

۶ حضرت مولانا نعمان رضا خانصاحب.....................بریلی شریف

۷ حضرت مولانا عسجد رضا خانصاحب.....................بریلی شریف

۸ حضرت مولانا غلام مصطفےٰ نجم القادری صاحب.........سیتامڑھی، بہار

۹ حضرت مولانا قمر الزماں مصباحی صاحب........... مظفر پور، بہار

۱۰ حضرت مولانا مفتی یونس رضا مونس صاحب..............بریلی شریف

۱۱ حضرت مولانا عمران رضا سمنانی صاحب .... بریلی شریف

۱۲ حضرت مولانا طفیل احمد رضوی صاحب.............کانکیر، چھتیس گڈھ

۱۳ حضرت مولانا شہاب الدین رضوی صاحب......سابق امام جگدل پور

۱۴ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب قادری..............ڈونگر ہی

۱۵ حضرت مولانا غلام غوث صاحب..................دھمتری

۱۶ حضرت مولانا قاری الطاف رضا صاحب.............دھمتری

۱۷ حضرت مولانا قاری ابرار عالم صاحب..............کیشکال

۱۸ حضرت مولانا قاری اخلاق احمد نوری صاحب........رائے پور

۱۹ محترم جناب طفیل احمد صاحب (صوفی جی)........بلاسپور

۲۰ شہزادہ گرامی جناب سفیان رضا صاحب (پوتہ حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۱ شہزادہ گرامی جناب شیزان رضا صاحب (پوتہ حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۲ شہزادہ گرامی جناب طلحہ میاں صاحب (پوتہ حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۳ شہزادہ جناب حسام رضا صاحب (نواسہ حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۴ محترم جناب افروز رضا صاحب (داماد حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۵ حضرت مولانا مفتی عبد المغنی صاحب..........................کیشکال

۲۶ حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب (برادر زادہ حضور امین شریعت) بریلی شریف

۲۷ حضرت مولانا قاری نجیب رضا خان صاحب (" " ") بریلی شریف

۲۸ حضرت مولانا قاری اشفاق انجم صاحب............ رائے پور

۲۹ محترم جناب عارف عامل صاحب ....ممبئی

۳۰ محترم جناب مولانا امیر احمد صاحب رضوی...............بنارس

۳۱ محترم جناب مولانا سید شوکت صاحب ....جدہ

۳۲ حضرت مولانا سید اولاد رسول صاحب.................بھدرک

☆☆☆

شادی خانہ آبادی:

مفتی اعظم مہاراشٹر حضرت علامہ مفتی عبدالرشید خان صاحب کی دختر نیک اختر سے شریعت مطہرہ کے احکامات وتجلیات کے سایے میں ہوئی۔ خاص بات یہ کہ اس بزم مسرت میں حضور مفتی اعظم کی موجودگی میں مفتی مالوہ حضرت علامہ مفتی رضوان الرحمان صاحب علیہ الرحمہ نے نکاح پڑھایا۔ آپ کی سات اولادیں ہوئیں جن میں دو صاحبزادے (حضرت مولانا سلمان رضا خان صاحب اور حضرت مولانا نعمان رضا خان صاحب) اور تین صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔

☆☆☆

بیعت و خلافت:

نو عمری ہی میں آپکے والد ماجد نے آپکو حضور مفتی اعظم ہند کے دامن سے وابستہ کردیا، جب کہ حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب خود بھی جید عالم اعلیٰحضرت کے مرید و خلیفہ تھے۔ مگر اپنا مرید نہ کر کے حضور مفتی اعظم سے کیوں کرایا ؟

اس کی نقاب کشائی برادر حضور امین شریعت، حبیب ملت حضرت مولانا حبیب رضا خان صاحب یوں فرماتے ہیں۔ "جب والدِ محترم نے ہم تینوں بھائیوں کو حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت کرایا تو کچھ لوگوں نے کہا، حضور آپ نے اپنے شہزادوں کے لیے حضور مفتی اعظم کا انتخاب کیوں فرمایا؟.. تو آپ نے جواب دیا: "میں نے حضور مفتی اعظم ہند کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی، اور اب بڑھاپا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے انہیں ہر عالم میں عالم باعمل پایا"۔...اور حضور مفتی اعظم ہند نے بعد میں اپنے اس چہیتے برادر زادہ و مرید کو اپنی خلافت اپنی قلمی تحریر سے عنایت فرمایا۔

☆☆☆

درس و تدریس:

دینی علوم سے آراستہ ہونے کے بعد آپ نے دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف جہاں سے علمی پیاس بجھائی تھی وہیں تدریسی خدمات انجام دے کر دوسروں

کی پیاس بجھانے لگے۔ واضح رہے کہ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف حضور مفتی اعظم کی نگرانی میں چلتا تھا، آپ ہی اس کے بانی مبانی بھی تھے وہاں پڑھانے والے ایک سے بڑھ کر ایک علم وفن کے شہسوار ہوا کرتے تھے، کوئی کسی سے کم نہیں کہ ولولوں سے درسگاہ مزین تھی، ایسے مرکزی ادارے میں ایسے اساتذہ وقت کے بیچ تدریسی ذمہ داری سنبھالنا بڑے دل گردے کی بات تھی اس سے آپ کی ٹھوس صلاحیت اور رسوخ علم کا پتہ چلتا ہے۔ دارالعلوم مظہر اسلام کے بعد قاری غلام محی الدین شیری کے مدرسہ اشاعت الحق ہلوانی میں تین سال تک درس وتدریس میں مصروف رہے، ۱۹۵۸ء میں ناگپور تشریف لائے۔ اور جامعہ عربیہ اسلامیہ کے ناظم اعلیٰ مقرر کیے گئے، اور تین سال تک اس عہدے پر قائم رہے، بحیثیت ناظم اعلیٰ آپ مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

صبح روشن

تقریباً دس سال کے اس تجرباتی عرصے نے آپ کو تپا اور پکا کر کندن بنا دیا یہ ایک طرح سے تربیتی دور تھا اس درخشاں مستقبل کے لئے قدرت نے جس کے لئے آپ کی تخلیق فرمائی تھی ۔رشد وہدایت تبلیغ دین وسنیت اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کا جو کام آپ سے ہونا تھا اب ایک حسین خواب سے اس سنہرے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔سن ۱۹۶۳ء کی کوئی تاریخ کوئی مہینہ ہے، رات کا سماں ہے، دنیا محو نیند ہے، ہو کا عالم ہے کہ آپ خواب دیکھتے ہیں، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک اجنبی شہر ہے شہر کے کنارے سے بل کھاتی ندی گذر رہی ہے۔ندی کے کنارے اچھی خاصی بلندی پر ایک مسجد ہے، ندی میں آگے آگے حضور مفتی اعظم ہند ہیں۔ان کے پیچھے پیچھے حضرت مفتی عبد الرشید خان صاحب ناگپور ہیں۔اور ان کے پیچھے حضور امین شریعت چل رہے ہیں۔جس کشتی کا کھیون ہار حضور مفتی اعظم ہو تھپیڑے کی مجال کیا ہے کہ اس کو ڈبو سکے، جب ایسی ایسی شخصیتیں ندی میں چل کر راستہ بنا اور بتا رہی ہوں تو پھر ڈر کا ہے کا؟۔امین شریعت بھی آرام سے اس نادر نقوش قدم کی

پیروی کرتے چل رہے ہیں اور ندی پار ہو رہی ہے۔ چھتیس گڈھ کی ناہموار دینی فضا سے بے خطر گذرنا آسان نہیں تھا مگر حضور مفتی اعظم نے گزار کر انوار شریعت سے ظلمت کدۂ دہر کو روشن کرنے کا حوصلہ دیا۔ اور اپنے پیچھے گزرنے والوں کے لئے حالات کے ہر ندی نالے کو عبور کر جانے کا ہنر بخش دیا۔ انھیں تجلیات قدوم کے سہارے تقریباً نصف صدی تک ہر نشیب و فراز سے متبسم گزرتے رہے، اپنے تصور میں حضور مفتی اعظم کا سراپا بسا و جما کر کیا گل اور کیا خار، کیا خزاں اور کیا بہار بس گزرتے رہے، پھر تو برکات نوری کی وہ بارش ہوئی کہ چھتیس گڈھ کا شہر ہی نہیں گاؤں گاؤں ضیائے بریلی میں ڈوب گیا۔ ہوا یہ کہ چھتیس گڈھ کے ایک تجارتی قصبہ (اب تو ضلع بن گیا ہے) کانکیر کے لئے خطیب و امام کی ضرورت تھی، وہاں کے ذمہ داروں نے حضور مفتی اعظم سے ایک اچھے خطیب و امام کی گزارش کی، حضور مفتی اعظم کی نظر اچھے کی تلاش میں آپ پر ٹک گئی۔ بحیثیت خطیب و امام کانکیر جانے کا حکم فرماتے ہیں۔ یہ انتخاب حضور مفتی اعظم کا انتخاب تھا تامل مثول کی گنجائش نہیں تھی۔ امین شریعت رخت سفر باندھتے ہیں اور کانکیر تشریف لاتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر آپ غرق حیرت ہو گئے، اوپر ذکر کیے ہوئے خواب کا سارا منظر محسوس شکل میں نظر کے سامنے موجود تھا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہی ندی ہے۔ ندی کا کنارہ ہے۔ کنارے پر خوشنما مسجد ہے، فوراً حضور مفتی اعظم کی یاد جلووں کی

تابندگی کے ساتھ چاروں طرف بکھر گئی، آپ خطیب وامام ہی نہیں، ہادی کی حیثیت سے بڑے خلوص وانہماک کے ساتھ اپنے کام میں جٹ گئے اور بغیر کسی شور وہنگامہ ولاؤلشکر کے وہ کارنامے انجام دیئے کہ پوری ریاست کی کایا پلٹ دی۔ حضور مفتی اعظم نے اس علاقے میں پہنچ کر علاقے کی تقدیر بنادی۔ اور آپ نے بھی حضور مفتی اعظم کی فرستادگی کی لاج رکھ لی۔ ایک ایسی نپی تلی، صاف ستھری، ایثار وللّٰہیت سے بھرپور زندگی گزاری کہ وقت کے ساتھ ساتھ حالات بدلتے رہے، علاقے کے مسلمانوں کی زلف سیرت سنورتی اور چہرہ کردار چمکتا رہا۔

میں یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہوں کہ اس وقت پورے چھتیس گڈھ کا ماضی اپنے حال پر مسرور وشادماں بلکہ رشک کناں ہے۔

☆☆☆

حضور مفتیِ اعظم کی بیکراں شفقت

حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے جس کے مظاہر کبھی کبھی سامنے آتے تو دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ ذیل کے صرف ایک واقعے سے اسکا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ بچپن ہے طالب علمی کا زمانہ ہے۔ عید کا دن ہے، حضور مفتی اعظم عید کی نماز پڑھانے کیلئے گھر سے نکلنے لگتے ہیں تو فرماتے ہیں، گھر میں سے ایک عمامہ لے لو آپ نے حضور مفتی اعظم کا ہی ایک عمامہ لے لیا۔ اور ساتھ چلے گئے۔ عید گاہ پہنچنے پر جب نماز کا وقت قریب آیا تو فرمایا۔ کھڑے ہو جاؤ، آپ کھڑے ہو گئے، حضور مفتی اعظم جب اٹھے تو سارا مجمع کھڑا ہو گیا۔ پھر حضور مفتی اعظم ہند آپ کے سر پر عمامہ باندھنے لگے۔ اسی دوران ایک صاحب جو امین شریعت کو جانتے نہ تھے حضور مفتی اعظم سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ تو حضور مفتی اعظم نے بکمال شفقت فرمایا کہ آپ نہیں جانتے یہ میرا بچہ ہے، پھر آپ کے والد ماجد کا نام لے کر فرمایا کہ ان کا لڑکا ہے۔ آپ کو سند خلافت عطا فرماتے وقت بھی آپ کا نام لکھنے سے پہلے حضور مفتی اعظم نے اپنے دست کرم سے الولد العزیز لکھا، جس کا معنی ہی ہے پیارا بچہ، حضور مفتی اعظم کا اپنے ساتھ عید گاہ لے جانا، ساتھ میں عمامہ

لیتے چلنے کا حکم فرمانا، عید گاہ پہنچ کر بھرے مجمع میں اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر عمامہ باندھنا، اور پوچھنے پر اپنا بچہ کہکر تعارف کرانا، کیا شفقت واپنائیت کی اس سے عمدہ، اچھی اور واضح مثال کوئی اور ہوسکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں سبطین رضا کے بچپنے سے اس کی جوانی کی لطافتوں یاس کے حال سے مستقبل کی عظمتوں کو مفتی اعظم نے دیکھ لیا تھا ۔ سبطین رضا کی شکل میں حضور مفتی اعظم کو آنے والے وقتوں کا امین شریعت جھلک رہا تھا۔ تبھی تو اپنے ہاتھ سے اپنی پگڑی باندھ کر کلاہ ہمت واستقامت کا طرہ سجادیا۔ اور بچپنے سے جوانی تک کا راستہ پیچ وخم سے ایسا صاف کر دیا کہ جب وہ وقت آیا تو زمانہ دیکھتا رہا آپ ہراین وآں سے بے فکر گزر گئے۔

☆☆☆

جمال صورت کمال سیرت

کسی بھی شخصیت کی اثر انگیزی میں اوصاف باطنی کے ساتھ ظاہری شکل وشباہت صورت ووجاہت کا بہت دخل ہوتا ہے۔ حضور امین شریعت حسن ظاہر کے پیکر جمیل ہیں، گورا چہرہ، کشادہ پیشانی، کمانی بھنویں، دراز پلکیں، چمکتی آنکھیں، متبسم چہرہ، نرم دم گفتگو گرم دم جستجو، دلکش گفتگو، جذبات عشق سے معمور، دل کشادہ، سینہ فیض گنجینہ، ولولۂ مسلک سے مملو دماغ، ملنے کا انداز ایسا کہ لگے آپ ہی محبوب نظر ہیں۔

بقول شخصے۔۔۔۔ ’’آپ کا چہرہ حسن کی کھلی کتاب ہے، جس پر جمال تقوی ، اور جلال علم کا نور برس رہا ہے‘‘، اور اس پر مستزاد نہایت پاکباز۔لطیف مزاج۔دیندار متقی پرہیز گار۔حلم و تواضع، رحم و کرم ،عدل و مروت۔اور امانت و دیانت جیسی امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔جو ایک بار مل لیتا بار بار ملنے کی تمنا رکھتا۔جس سے بھی ملتے نہایت اپنائیت سے ملتے۔اگر کچھ تناول فرماتے وقت کوئی آجاتا تو باصرار اسے شامل کر لیتے۔اگر کوئی زمانے کا ستم رسیدہ آجاتا تو دل دینے درد لینے کی کوشش فرماتے۔اور تھوڑی دیر کی گفتگو سے اس کا زخم جگر مرہم آشنا ہو کر مندمل ہو جاتا۔

نجم القادری رشکیہ ہی نہیں فخریہ عرض کرتا ہے کہ ان کو دیکھنے والو اچھی طرح دیکھ لو، جمال صورت اور کمال سیرت کا جلوہ دلوں پر نقش کر لو نظروں میں بسا لو، بعد والوں کو بتاؤ گے کہ ہم نے مفتی اعظم کو نہیں دیکھا مگر شبیہ مفتی اعظم کو دیکھا ہے۔امین شریعت کے روپ میں قطب چھتیس گڈھ کو دیکھا ہے ۔

☆☆☆

دعوت دین خدمت قوم

حضرت کی دعوتی زندگی کا اصل آغاز کانکیر سے ہوتا ہے۔حضور مفتی اعظم نے 'کانکیر' بھیج کر اس پورے دیار کی مذہبی قیادت کی باگ ڈور آپ کو تھمادی۔آج جس ریاست کی سنیت پر ساری ریاست کو ناز ہے۔یہ ریاست جہالت وگمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی۔بدعات وخرافات میں لت پت تھی۔منکرات وغیرشرعی حرکات وسکنات میں ملوث تھی۔اس پہلو پر بھی نظر ڈالنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مفتی اعظم نے بھیجا تو کیا بھیجا۔اس علاقے کی ظلمت وتاریکی کی دبیز چادر چاک کرنے اور شریعت وسنت کا اجالا کرنے کیلئے جس آفتاب درخشاں کی ضرورت تھی مفتی اعظم کی نظر میں وہ خورشید تاباں آپ ہی تھے۔آج الحمدللہ حضور مفتی اعظم کی نظر کرم اور امین شریعت کی انتھک جدوجہد کی بدولت سنیت ہی نہیں وہاں رضویت کا دور دورہ ہے۔اپنی سادگی وشرافت،خاکساری ومتانت اور اخلاص ومروت کے بل بوتے آپ نے لوگوں کا دل موہ لیا۔تبھی تو دلوں کے نشیمن میں آپ ہیں،پلکوں کے شامیانے میں آپ ہیں،فکروخیال کے گلشن میں آپ ہیں۔حق یہ ہے کہ دینی دعوت میں اثر پذیری اس وقت آتی ہے جب خود داعی کے اندر دینداری ہو۔خوف وخشیت کی ارزانی،اور زہد وورع کی تابانی ہو۔حضور امین شریعت کی

پابندی شریعت کی کیا بات کی جائے ارکان اسلام میں نماز ایک ایسا رکن ہے
کہ اس ایک رکن کی پابندی اگر آدمی کر لے تو وہ دوسرے فرائض کا بھی پابند ہو
جاتا ہے۔ اوامر سے قریب اور نواہی سے دور ہو جاتا ہے۔ کوئی نماز کو ٹھیک سے پڑھ
کے تو دیکھے نماز یقیناً اس کو ٹھیک کر دے گی۔ حضور امین شریعت کا آئیڈیل اور شمع رہنما
حضور مفتی اعظم کی استقامت علی الشریعت ہے۔ حضور مفتی اعظم کو تو بہتوں نے دیکھا
ہے لیکن جنہوں نے انہیں اپنا لیا وہ زمانے میں بے مثال ہو گئے۔ حضور امین
شریعت کی نظر میں ہر وقت مفتی اعظم کی سیرت طیبہ، صورت زیبا ہوتی تھی۔ اور اس
طرح انہوں نے مفتی اعظم کی عادات و اطوار۔ افعال و اعمال اور گفتار و کردار اپنانے کی
کوشش کی کہ پروردگا عالم نے حضور مفتی اعظم کا نقشہ ان میں اتار دیا۔
دنیا انہیں یوں ہی شبیہ مفتی اعظم نہیں کہہ رہی ہے۔ باطن کی واردات کی ایسی حکمرانی
ظاہر پہ ہے کہ نظر پڑتے ہی حضور مفتی اعظم کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حضور مفتی اعظم
کی دینی دعوت اور قومی خدمت اگر آج ضرب المثل بنی ہوئی ہے۔ تو حضور امین
شریعت کا گلزار حیات بھی ان گل بوٹوں سے لالہ زار نظر آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے
کہ حضور مفتی اعظم کی خدمات کا دائرہ عالمگیر ہے اور حضور امین شریعت کا ملک گیر۔

☆☆☆

گلہائے فکر

حضور امین شریعت کا گھرانہ وہ ہے کہ جس پہ قلم وقرطاس کو ہمیشہ ناز رہا ہے۔شعروسخن نے جس پر فخر کیا ہے۔نظم وادب جس ذخیرے سے مالا مال ہوکر عالمی منڈی میں سر اٹھانے کے قابل ہوئے ہیں۔اور جہاں سے علوم وفنون کی بہت سی مرجھائی کلیوں کو حیات نو کا مژدہ ملا ہے۔حضرت مولانا رضاعلی خان جیسا مفتی ،حضرت مولانا نقی علی خان جیسا مفسر قرآن، احمد رضا جیسا محقق ومجدد،حضور حجۃ الاسلام جیسا عبقری۔حضور مفتی اعظم ہند جیسا فقیہ،حضور مفسر اعظم ہند جیسا نکتہ شناس،مولانا حسن رضا خان صاحب جیسا استاذ زمن،مولانا حسنین رضا خان جیسا ادیب ،مولانا تحسین رضا خاں جیسا بحرالعلوم ،اور عصر حاضر میں حضور تاج الشریعہ جیسا قاضی القضاۃ۔یہ کائنات رضا کے چمکتے دمکتے ستارے ہیں علم وفن کا ہر گوشہ آج جن کا ممنون کرم ہے۔حضور امین شریعت اسی خانوادے کے گل سر سبز ہیں۔ظاہر ہے باپ داداکے علمی ادبی چمنستان کے فیضان کی خوشبو سے آپ کو معطر ہونا ہی تھا۔یہی وجہ ہے کہ حضور امین شریعت نظم ونثر دونوں کے منجھے منجھائے ادیب کی شکل میں بھی نظر

آتے ہیں۔ گرچہ ان کے مضامین و اشعار مقدار میں تھوڑے ہیں مگر معیار میں بہت بلند ہیں۔ آپ دیکھیں گے ان کی تحریر میں جملوں کا کس بل۔ روانی و شگفتگی۔ الفاظ کا دروبست۔ انداز کا زیرو بم۔ مناسب اور موزوں الفاظ کا استعمال۔ اور اگر مضمون تنقیدی ہے تو بذلہ سنجی کی دھار کی وہ مار کہ سامنے والا کٹ بھی جائے اور احساس بھی نہ ہو۔ آپکے تیرہ مضامین کا مجموعہ "مضامین امین شریعت" کے نام سے مولانا اشرف رضا خان رضوی نے ترتیب دیا اور چھاپا ہے۔ مضامین کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو زیادہ تر مضامین قوم کی اصلاح اور ملت کی فلاح کے درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لفظ لفظ میں قوم کی سربلندی اور جملے جملے میں ملت کی سرفرازی کے اسرار و نکات پنہاں ہیں۔ اور کہیں عقیدت کی فروانی ہے تو کہیں عقیدے کی اولوالعزمی و ہما ہمی۔ (۱) نماز پڑھنے سے کیا ہوتا ہے، (۲) مراسم محرم اور مسلمان (۳) کائنات کا دولہا (۴) ہمارا قومی اتحاد اخلاق محمدی کے آئینے میں (۵) منفرد شخصیت (۶) حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (۷) ماہ محرم اور مفتی اعظم (۸) برادر زادہ اعلیٰ حضرت استاذ العلماء مولانا حسنین رضا ۔(۹) یکے از مردان حق (۱۰) صدر العلما پیکر حلم و بردباری (۱۱) ٹی. وی کے مضر اثرات (۱۲) لاؤڈ اسپیکر (۱۳) آئینہ قیامت کے سرقہ کی پراسرار داستان، اور اخیر میں منتخب کلام امین شریعت ،بطور ثبوت نہیں بلکہ بغرض اکتساب فیض ہم ان مضامین میں سے کچھ اقتباس اور کلام امین شریعت سے نمونتاً انتخاب پیش کرتے ہیں۔ تاکہ

قارئین بھی حضرت کی بالیدہ ذوقی سے لطف اندوز ہولیں اور دیکھیں کہ اگر مصروفیات نے آپ کا دامن چھوڑا ہوتا اور وقت فراغ میسر ہوا ہوتا تو کیسے کیسے انمول ہیرے آپ کے قلم سے چہرۂ قرطاس پر جگمگاتے۔اب جو کچھ بھی موجود ہیں جواہر غالیہ ہیں۔ان سے ہم اپنی سیرت وافکار کی زلف پریشاں کو با آسانی سنوار سکتے ہیں۔آپکا ایک مضمون ہے''کائنات کا دولہا''اس میں حضور پُر نور ﷺ کی مبارک آمد کا بیان ہے۔دیکھئے جذبۂ عشق کا اظہار:

''دنیا میں روز انہ لوگ دولہا بنتے ہیں باراتیں روز آتی اور جاتی ہیں لیکن ادھر بارات گئی اور سارے انتظامات ختم۔فرش لپیٹ دیا جاتا ہے شامیانے کھول دیئے جاتے ہیں۔لائٹ آف کردی جاتی ہے۔ لیکن یہ کیسی بارات ہے کہ جو فرش بچھایا تھا وہ آج تک بچھا ہے۔ آسمان کا شامیانہ جو تنا تھا وہ آج تک تنا ہے۔اس سے پتہ چلا کہ وہ آنے والا دولہا جو ۱۲ر ربیع الاول کی سہانی گھڑی کو تشریف لایا تھا۔ اور جس کی آمد کی خوشی میں کونین سجایا گیا تھا وہ گیا نہیں ہے بلکہ آج بھی ہے۔اگر دولہا چلا گیا ہوتا یا معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گیا ہوتا تو زمین کا فرش لپیٹ دیا جاتا۔آسمان کا شامیانہ اٹھا دیا جاتا اور یہ روشنیاں ختم کردی جاتیں۔ لیکن یہ سب چیزیں جوں کی توں ہیں۔تو معلوم ہوا وہ دولہا آج بھی ہے۔

تبھی تو یہ بارات سجی ہوئی ہے۔ چاند سورج کی قندیلیں جو جلی تھیں وہ جل رہی ہیں۔ اور ہر آنے والی سہانی صبح میں پھولوں کی مہک کے ساتھ ساتھ بلبلوں کی چہک، کوکلوں کی کوک، پپیہا کی پی پی کی دل نواز صدائیں۔ اور ہزارہا چھوٹے بڑے پرندوں کی دلکش اور مترنم آوازیں۔ دولہا کی آمد آمد کی خوشی میں سرشار ہو کر نغمات طرب آج تک دنیا کے طول وعرض میں سنی جا رہی ہیں۔ اس طرح ہر روز دولہا کی آمد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ بارات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ ؎

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

یہ جلسے جلوس ہم اور آپ ہر برس دولہا کی عقیدت ومحبت میں مناتے ہیں چراغاں کرتے ہیں۔ خوشیاں مناتے ہیں، حالانکہ اس پر شرک اور بدعت کا فتویٰ لگانے والوں نے روک لگانے کی ہر چند کوششیں کیں اور کر رہے ہیں۔ مگر ؎

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اور یہ سلسلہ تا قیامت انشاء اللہ یوں ہی جاری رہے گا۔ ؎

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

ان جلسے اور جلوس کے اختتام پر ایک بہت بڑا اجلسۂ عام ہوگا۔ اتنا بڑا اجلاس اتنا بڑا اجتماع جو چشم فلک نے ابتک دیکھا ہی نہیں۔ نہ سننے میں آیا۔ نہ اس کا تصور ہی کیا جاسکتا ہے، جس میں اولین وآخرین ،اپنے اور پرائے دوست ودشمن کالے گورے ،ہر ملک وملت کے لوگ جمع ہونگے۔آخر میں جو اجلاس میں شریک نہ ہونا چاہیں گے گھسیٹ کرلائے جائیں گے کہ اس اجلاس کی غرض وغایت بھی اسی دولہا کی شان وشوکت کا اظہار ہے، کیا خوب فرمایا ہمارے جدامجد استاذ زمن نے :۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا

کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

تا کہ آج جو انہیں نہیں مان رہے ہیں وہ بھی مان لیں، جو اب تک نہیں پہچان رہے وہ بھی پہچان لیں، اگر چہ اس روز کا پہچاننا کام نہیں آئے گا ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
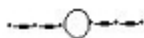
ہمارا قومی اتحاد:
اخلاق محمدی کے آئینے میں

اس مضمون میں آپ نے اتحاد کی حقیقت کو اجاگر کیا ہے آج جو لوگ اتحاد اتحاد کا نعرہ لگاتے نہیں تھکتے انکے لئے درس عبرت بھی ہے اور دعوت بصیرت بھی۔ سب سے اتحاد کی بات کرنے والے کتنے بڑے مغالطے میں ہیں شیطان کس طرح انہیں فریب دے رہا ہے اس معمہ کا اچھا حل آپ نے پیش فرمایا ہے۔ پھر سنی سنی کے آپس کے اختلاف پر بہت پرسوز تحریر آپ نے پیش کی ہے۔ہم اس تفصیل کی تلخیص نذر ناظرین کرتے ہیں :

''اتحاد ہوگا مگر صرف نور کا نور سے ہوگا، حق کا حق سے ہوگا، خوش عقیدہ کا خوش عقیدہ سے ہوگا، مومن کا مومن سے ہوگا، جیسے دن اور رات کا اتحاد غیر ممکن ہے ایسے ایمان وکفر کا اتحاد غیر ممکن ہے، ہاں نور نور ایک نہ رہے، حق کا حق سے ملاپ نہ رہے۔ مومن مومن سے گریزاں رہے، یہ صورت واقعی افسوسناک اور بھیانک انجام کی طرف لے جانے والی ہے۔

وہ لوگ جو اپنی بدعقیدگی، خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کی وجہ سے خود

ہی مسلمانوں سے کٹ چکے ہیں ان کا تو ذکر ہی چھوڑیئے۔ اس لئے کہ ان سے تو بفرمان رسول پاک ﷺ:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم،

اپنے کو ان سے دور رکھو، اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں، دور رہنا چاہیے مگر افسوس تو اس کا ہے کہ وہ مسلمان جو خوش عقیدہ ایک ہی مسلک کے پیرو اور حامی ہیں انکے آپس میں بھی شدید اختلاف موجود ہے۔ اس باہمی اختلاف کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اتحاد و اتفاق کی برکتوں سے بالکل محروم ہو چکے ہیں، ان کی ساکھ قائم نہ رہی، دوسری قوموں پر انکا رعب باقی نہ رہا۔ اقوام عالم روز بروز ان پر حاوی ہوتی جا رہی ہے، ان کی گرفت مسلمانوں پر مضبوط ہوتی جا رہی ہے، اور مسلمان بری طرح ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال پر مسلمانوں کی عقلوں کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے تھوڑا ہے اور جس قدر آنسو بہایا جائے کم ہے۔

غور فرمایئے! وہ ہمارے ہی اسلاف و بزرگ تو تھے جن کی آپس میں میل محبت کی تعریف کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا **"رحماء بینھم"** وہ آپس میں رحم دل ہیں، یہ اتفاق واتحاد کی برکت ہی تو تھی کہ قرآن کریم

نے انہیں کانھم بنیان مرصوص کے الفاظ سے تعبیر کیا۔ کہ گویا وہ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار ہیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آج مسلمانوں کی حیثیت کچی دیوار جیسی بھی نہ رہی۔ بلاشبہ میرے آقا و مولیٰ حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ فاتح عالم ہیں اور جس چیز سے آپ نے دنیا کو فتح فرمایا وہ آپ کا خلق عظیم ہے۔

مسلمان آج بھی اگر نبی پاک کی تعلیمات کو اپنائیں اور عمل کریں تو یقین جانئے کہ ان کے باہمی اختلافات یکسر دور ہو جائیں، آپس میں پھوٹ نام کو نہ رہے ان میں اتفاق و اتحاد کی لہر دوڑ جائے، خوش گوار ماحول پیدا ہو جائے اور مسلمان پھر سے ایک مضبوط مستحکم قوم بن جائیں۔!!

ماہ محرم اور مفتی اعظم

حضور مفتی اعظم اپنے زمانے میں قطب عالم، نائب غوث اعظم تھے، آپ کی محبت وعقیدت اس دنیا سے اُس دنیا تک یکساں چھائی ہوئی تھی، عقائد ونظریات میں اختلاف کے باوجود لوگ انکی علمی گہرائی زہد وپارسائی اور حق گوئی و بے باکی کے معترف تھے، اسی وجہ سے آپکے وصال کی خبر آناً فاناً دنیا میں گونج گئی، جس نے جہاں سنا وہیں ملول وافسردہ ہوگیا۔ اخبارات ورسائل نے آپ کے اوصاف وفضائل پر معرکتہ الآرا مضامین شائع کئے۔ حضور مفتی اعظم کی باکمال زندگی میں جسکو جو کمال نظر آیا بلا تکلف سپرد قلم کیا، تاہم حضور امین شریعت نے اپنے مرشد طریقت کی رحلت پر جس تاسف وحسرت کا اپنے مضمون ''حضور مفتی اعظم اور ماہ محرم'' میں بصیرت افروز اظہار فرمایا ہے وہ آپ ہی کا حق وحصہ ہے۔

''دنیائے محبت میں یہ بات مسلمات سے ہے کہ محبوب کی ہر ادا محب کو پیاری ہوتی ہے، اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز عزیز ہوتی ہے، اس کا گھربار، دیار وامصار، اس کی آل اولاد، دوست واحباب سب محبوب ہوتے ہیں اس حقیقت کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان جہاں سنتِ رسول

کے پابند تھے وہاں انہیں صحابۂ کرام ،اہل بیت اطہار ،مظلومین طیبین ، بالخصوص حضرت امام حسین شہید کربلا مظلوم جور و جفا سے سچی عقیدت ،قلبی تعلق اور گہرا لگاؤ تھا۔رب تبارک وتعالیٰ نے اس کا صلہ حضرت مفتی اعظم کو یہ عطا فرمایا کہ ان کی رحلت کے لئے ایسا وقت اور ایسا مہینہ مقرر فرمایا جو حضرت امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے ،مفتی اعظم ہند نے غم امام کو چوں کہ اپنا غم بنالیا تھا اس لئے خالق کائنات نے اپنی حکمت کاملہ سے کام لیکر غمِ مفتی اعظم کو غمِ حسین میں اس طرح ضم فرمایا کہ اب سال بہ سال جب بھی محرم کا مہینہ امام عالی مقام کے غم میں مسلمانوں کے دلوں کو تڑپاتا ہوا آئے گا تو ساتھ ہی مفتی اعظم کی یاد سے اہل سنت کی آنکھوں کو اشکبار کرتا ہوا گذر جائے گا۔دس محرم الحرام اگر جگر گوشہ رسول ،نور دیدۂ علی و بتول حضرت امام حسین کی اس شہادت کبریٰ کی یاد دلاتا ہے جس نے ساری دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔انسان تو انسان چرند و پرند ،شجر و حجر ،زمین و آسمان جس کے غم میں رو رہے تھے ،تو یقین جانئے کہ اس امام کے سچے غلام اور عاشق زار حضور مفتی اعظم کی رحلت کا وقت بھی کچھ وہی منظر پیش کر رہا تھا ۔

۱۳ر۱۴ر محرم کی درمیانی شب کے درمیانی حصے میں سرزمین بریلی سے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آناً فاناً صبح ہوتے ہوتے ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ ساری دنیا میں یہ خبر پھیل چکی تھی اور ہر طرف رنج وغم اور آہ و بکا کا سماں نظر آرہا تھا،

انتہا تو یہ ہے کہ محرم کی چودھویں شب تھی مطلع صاف تھا حسب معمول سرشام سے آسمان پر تارے جھلملانے لگے تھے چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے دنیا کو روشن ومنور کرتا ہوا نمودار ہوا تھا، لیکن دیکھنے میں آیا کہ اول شب ہی میں ہلکا ہلکا ابر چھانے لگا اور جیسے جیسے رات گزرتی گئی مطلع غبار آلودہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات کے وقت اندھیرا اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ گویا مشیت ایزدی کو یہ بھی گوارہ نہ ہوا کہ جب زمین پر آفتاب علم وولایت غروب ہو رہا ہے تو آسمان پر ماہتاب چمکتا رہے۔ چنانچہ بحکم الہٰی چاند روپوش ہو گیا۔ ہر طرف غم والم کے آثار نظر آنے لگے اور یہ محسوس ہونے لگا کہ زمین وآسمان بھی اس غم میں برابر کے شریک ہیں، یہ وہ بات ہے کہ موت العالِم موت العالَم، عالم کی موت عالم کی موت ہوتی ہے اور اس موت کا غم اپنے اور پرائے۔ زمین وآسمان بھی مناتے ہیں۔

شعر و سخن

(منتخب کلام حضور امینِ شریعت)

جن کے دادا کو استاذ زمن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہو اور دادا کے بڑے بھائی کو ملک سخن کا شہنشاہ مانا گیا ہو، جس سمت یہ نکل گئے ہوں جھنڈے گاڑ دیے ہوں، سکے بٹھا دیے ہوں، ان کے پوتے میں شعر و شاعری کا جوہر آنا ہی چاہئے، ذیل میں ان کی شعر گوئی پر قدرت کا حسین نمونہ دیکھئے۔:

(۱) بہار آئی ہے جنت کی مدینے کے بیاباں میں
شہا وہ گل ہو تم جس سے کہ ہے نکہت گلستاں میں
نسیم باغ طیبہ غنچۂ دل کو کھلاتی ہے
خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں ہر رگِ جاں میں
تمنا ہے ترے دربار میں سبطینؔ کی یارب
کہ اٹھوں حشر کے دن زمرۂ احمد رضا خاں میں

(۲) خلد گلدستہ ہے اک شاہا تیرے دربار کا
آفتاب اک زرد پتہ ہے تیرے گلزار کا

گنگناتا کروٹیں ہر سو بدلتا بار بار
دید کے قابل ہے نقشہ آپکے بیمار کا
آپ کی تحریر میں یا سیدی احمد رضا
خوب جلوہ ہے اشداء علی الکفار کا

(۳) جس شخص پہ نگاہِ کرم ہو حضور کی
بارش ہو اس پہ رحمت رب غفور کی
محبوب انس ہی نہیں محبوب کل ہو تم
ہے بیقرار ہجر میں لکڑی کھجور کی
ظلمت کا کیوں نشاں ہوں شبستانِ دہر میں
چھٹکی ہوئی ہے چاندنی احمد کے نور کی

(۴) وہ میرے دل میں ہے قربان ایسی خلوت کے
وہ شمع بزم ہے قربان ایسی جلوت کے
میرے گناہ پہ دامن ہے پردہ پوشی کا
زہے نصیب میرے جرم اور ندامت کے

تمہاری عقلوں پہ پتھر گروہ بولہبی
کہ پتھروں نے بھی کلمے پڑھے رسالت کے

(۵) اللہ کو پسند ہے عادت نماز کی
محبوب ہے نبی کو جماعت نماز کی

لشکر ہو تم خدا کا جماعت میں آ ملو
فوجی سلام ہے یہ جماعت نماز کی

ہے انبیاء میں ختم رسل کا جو مرتبہ
ویسی عبادتوں میں عبادت نماز کی

افسوس تو یہی ہے کہ دنیا بدل گئی
کس کو بتائیں کیا ہے حقیقت نماز کی

یہ تھی حضور امینِ شریعت کے گلشنِ افکار کے چند پھولوں کی رونمائی۔ جب آپ ان کے اشعار کو زیر لب لا کر گنگنائیں گے تو کبھی ذوق نعت کی خوشبو آپ کے مذاق عشق کو چھیڑے گی۔ کبھی حدائق بخشش کی کوئی کلی آپ کو گدگدائے گی اور کبھی سامان بخشش اپنے نوری جلووں سے جلوۂ جاناں کے شبستان جنت نشاں کی رہ نمائی کرے گی۔ بس پڑھتے چلے جائیے اور کائنات آرزو کا گل خوبرو چنتے چلے جائیے۔

☆☆☆

مغز سخن

اللہ والوں کی صحبت چاہے ظاہری ہو یا باطنی۔ جسمانی ہو یا روحانی ہر صحبت سے فیض ملتا ہے۔ ،اگر کسی ولی کی حیات ظاہری میں ان کی مجلس میں بیٹھنا آپ کو نصیب ہوا ہے تو یہ صحبت جسمانی وظاہری ہے۔ اور اگر ان کے غائبانہ میں ان کا ذکر وتذکرہ کرتے رہے، ان تصنیف وتالیف کا مطالعہ کرتے رہے۔ یا ان کی حیات و خدمات کے بکھرے جلووں کو سلک تحریر میں لاکر سمیٹنے اور یکجا کرنے میں لگے رہے یہ سب صحبت باطنی وروحانی ہے۔ آپ چاہے جس صحبت میں ہوں ان کی توجہ آپ پر ہوتی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں کہ ان کی ہر صحبت بابرکت ہے اور یہ اپنا اپنا نصیب اور قسمت ہے کہ ان کی کوئی بھی صحبت ہمیں میسر آجائے، ان صحبتوں نے کتنے کھوٹے سکوں کو کندن و پارس بنا دیا۔ ذرہ کو دمکتا سورج اور قطروں کو اچھلتا دریا بنا دیا۔ جن کی کہیں پوچھ نہ تھی ان کو مرکز التفات بنا دیا۔ دین ودنیا کی سعادتیں جنکے چوکھٹ کی بھیک ہو، انکے آستانے کی حاضری، انکی مجلس میں موجودگی مرد مومن کی معراج نہیں تو اور کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے ہم اپنے اس مضمون کی ترتیب وتدوین

میں جب تک لگے رہے، ہم انکی یادوں کی صحبت میں رہے۔ کبھی جلوت اور کبھی خلوت میں رہے۔ کبھی مجمع اور کبھی تنہائی میں رہے۔ چاہے جہاں بھی رہے ان کی قربت میں رہے۔ اور یہ سب صرف اس لالچ میں کیا ہے کہ ان کی توجہ، کرم اور نوازش سے قبر وحشر وقیامت میں بھی ہم انکی صحبت میں رہیں۔ ہم نے دیکھا ہے اس مرنجاں مرنج انسان کے منحنی وجود نے کتنے وجود کو مسعود بنادیا۔ انکے ایک ہاتھ نے کتنوں کا ہاتھ پکڑ کر راہ جنت پہ لگا دیا۔ اس ایک انسان نے کتنے انسان نما لوگوں کو انسانیت کا پیکر بنادیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں میں سے وہ بندہ بڑا پسند ہے جو اس کے محبوب بندوں سے محبت کرے۔ ان کی صحبت جسمانی یا روحانی میں رہنا اور بیٹھنا پسند کرے۔ الحمد للہ اس فقیر رضوی غلام مصطفےٰ نجم القادری کو بار بار ان کی صحبت جسمانی ومجلس نورانی میں بیٹھنے کا موقع میسر آیا۔ اور اب ان سے جسماً دور ہوں تو اپنے مشاہدات و واردات کو حوالہ تحریر کرکے ان کی صحبت باطنی وروحانی کا کیف اٹھارہاہوں۔ اسی سال (۱۹۱۴ء) گیارہویں شریف میں حضرت کے چہیتے مرید مولانا محمد ظفیر الدین رضوی، مالک شیرین بک ڈپو۔ وشاکھاپٹنم کی دعوت پر مولانا موصوف کی سسرال کونڈا گاؤں حاضر ہوا۔ انہیں کی خواہش وفرمائش پر حضرت کی شان میں ایک منقبت لکھ کر (جو ابتداء کتاب میں مسطور ہے) لیتا گیا تھا، پروگرام کے بعد جب حضرت کی بارگاہ میں حاضری ہوئی تو دیکھتے ہی متبسم

چہرہ کے ساتھ اسی مترنم آواز، اسی سوز و گداز میں خیر خیریت پوچھی جو اس فقیر سے حضرت کی اٹوٹ چاہت کا غماز رہا ہے۔ مولانا ظفیر الدین چوں کہ خوش گلو بھی ہیں اپنے مخصوص انداز میں جب انہوں نے میری وہی منقبت پڑھی تو سماں باندھ دیا، وہ منظر بڑا روح پرور اور کیف آور تھا۔ جب مادح ممدوح کی موجودگی میں مدحت سرائی کر کے دعاؤں کی سوغات اور مقبولیت کی سند لے رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ ایسے مواقع ہم لوگوں کو بار بار میسر فرمائے۔ آمین!

ہمیں یہ اعتراف ہے کہ:

جمال یار کی رعنائیاں بیاں نہ ہوئی
بہت ہی کام لیا میں نے خوش بیانی سے

☆☆☆

حضور امین شریعت : کچھ یادیں کچھ باتیں

میری یادوں کے افق پر وہ چمکتا سا خیال

کہہ رہا ہے مجھے تحریر کا قالب دے دو

آج میں اس پیکر انسانیت کی یادوں کے تصوراتی شیش محل میں بیٹھا ہوں جنکی ادائے بے نیازی نے ہمیشہ مجھے سحر انگیز رکھا، جنکی سادگی میں دلربائی، اور بے نفسی میں دلکشی کے ہزاروں مناظر دیکھ کر میں اپنے اسلاف کی سیرت کے گلشن کی سیر کرنے لگتا۔ جن کے پیار بھرے رکھ رکھاؤ اور اخلاقی حسن ورچاؤ کی دودھیا چاندنی کو میں ہمیشہ اپنے اردگرد جلوہ لٹاتی محسوس کرتا، جن کو پہلی بار جب میں نے دیکھا تو لگا کہ ہاں میں نے کسی مرد مومن، مرد حق اور مرد علم وعمل کو دیکھا، ان کو دیکھا تو کئی نوری روپ سطح ذہن پر نمودار ہوتے چلے گئے۔ انکے پیکر میں کبھی مجھے اپنے مرشد گرامی حضور سیدی مفتی اعظم ہند یاد آئے۔ تو کبھی حضرت استاذ زمن کی خیالی تصویر نظروں میں پھر گئی۔ اور کبھی تخیلات کے پردۂ سیمیں پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جلوہ باری کرتے نظر آئے، جب کوئی شخص سے شخصیت اور شخصیت سے مظہر شخصیات

نظر آنے لگے تو سمجھ جایئے قطرہ گہر بن گیا اور بندے نے کمال بندگی حاصل کر لی، دل نے فوراً کہا کہ یہ ایسے تو وہ حضرات کیسے ہونگے۔ یہ اتنے اچھے ہیں تو وہ لوگ کتنے اچھے ہونگے، آپ ہیں قطب چھتیس گڈھ، شبیہہ مفتی اعظم، محسن اسلام و سنیت، امین شریعت، گل گلزار اعلیٰ حضرت، پیر طریقت حضرت علامہ الشاہ حکیم محمد سبطین رضا خان صاحب قبلہ۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ دنیائے سنیت پر تا دیر تا بندہ وسلامت رکھے!......آمین ۔

میں نے سب سے پہلے ان کا تذکرہ اپنے استاذ محترم ،مناظر اہلسنت، مجاہد مسلکِ اعلیٰ حضرت، سند العلماء شیر بہار حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسلم رضوی صاحب (علیہ الرحمہ) خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ،بانی جامعہ قادریہ مقصود پور مظفر پور، بہار کی زبانی سنا تھا۔ ہم نے شیر بہار کا علمی تفوق۔ عملی دبدبہ، فکری رعب، مسلکی تصلب، شخصی طمطراق اور اکابر علماء کے بیچ انکا مقام و مرتبہ دیکھا تھا۔ یہی چیز میرے تجسس کو بار بار مہمیز کر رہی تھی کہ حضرت شیر بہار جن کے اوصاف و کمالات کے مداح ہوں، جن کے جمال ورعنائی سے متاثر ہوں، جن کے اخلاق اور آدابِ حیات کا گن گاتے ہوں، وہ شیر بہار جنہیں مشاہیر مشائخ اہلِ سنت کی خلافت واجازت حاصل ہو وہ حضرت موصوف سے خلافت کی گزارش پر خلافت کی دولت بے بہا پا کر روحانی طمانیت محسوس کرتے ہوں وہ شخصیت کیسی ارفع واعلیٰ اور بلند و بالا ہوگی۔ خیالات کے انہیں

انہیں مدوجزر اور کشمکش کے اضطراب میں مہینے نہیں کئی سال گذر گئے، مگر پھر حضرت شیر بہار ہی کی ایماء پر جب میں مدھیہ پردیش (موجودہ چھتیس گڈھ) کے دورے پر آیا تو کانکیر کے افق پر مجھے وہ چاند جگمگا تا نظر آیا، جس کی روشنی محراب ومنبر سے لیکر شہر کے دیوار ودر تک پھیلی ہوئی محسوس ہوئی۔ ظاہری شکل وصورت، رنگ وروپ خد وخال، وضع قطع نے تو تاثر کا کیف طاری کیا ہی، انداز تکلم کی دلآویزی، باتیں ایسی رس بھری باتیں کہ برسوں کی شناسائی شرمسار، ایک اجنبی پر اپنائیت کی مسلسل شبنم پاشی، ان تجلیات ملاقات نے ایسی اثر انگیزی کی کہ یہ چند لمحے زندہ جاوید ہو گئے۔ میں نے دوران گفتگو آپ کے برادر عزیز صدر العلماء۔ تاج المحدثین حضرت علامہ الشاہ تحسین رضا خان صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ سے اپنے خصوصی شرف تلمذ کا ذکر اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے نسبت غلامی کا تذکرہ کیا تو حضرت نے اپنے مدرسہ دار العلوم فیض السلام کیشکال کیلئے مجھے منتخب کرلیا۔ میں بھی نازاں وفرحاں دار العلوم کی خدمت میں جٹ گیا۔ مدرسہ اور تعلیم وتدریس کہاں نہیں ہے، یہاں جو چیز میرے لئے وجہ افتخار وسعادت تھی وہ تھی گلشن رضا کے مہکتے پھول کی قربت وصحبت۔ اس لئے جو روحانی کیف وسکون اور باطنی نور وسرور مجھے یہاں میسر آیا ابتک نگاہیں ان رنگین وحسین فضاؤں کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ اب میں نے بہت قریب سے حضرت کو دیکھا اور متعدد انداز میں دیکھا، دار العلوم میں ناظم اعلیٰ کی حیثیت

سے دیکھا۔ اساتذہ کے بیچ ایک مشفق مربی کی شکل میں دیکھا۔ طلبا کے درمیان ہمدرد سرپرست کے روپ میں دیکھا۔ تو مدرسہ کے باہر داعی اسلام اور حامی قوم وملت کی شان میں دیکھا۔ جب بھی دیکھا کسی دینی، سماجی، معاشرتی، اصلاحی کام کی دھن اور مقصد کی لگن میں مگن دیکھا۔ جو ہر وقت فکر دین وملت میں غرق رہتی ہو ایسی شخصیت ہم نے حضور امین شریعت کی دیکھی۔ آج ریاست چھتیس گڈھ کو یہ مقام حاصل ہے کہ دوسری ریاستوں کے مقابلے میں یہاں کی سنیت نکھری نکھری، نمایاں نمایاں اور ممتاز ہے تو اس چراغ کی لو میں حضور امین شریعت کا خون جگر شامل ہے۔ میں نے جو دیکھا اب سے تقریباً تیس برس پہلے وہاں کی سڑکیں اتنی اچھی نہیں تھیں، دیہات کے راستے تو اور زیادہ تکلیف دہ تھے مگر مذہب اہل سنت کا عروج۔ مسلک اعلحضرت کا فروغ۔ قوم وملت کی صلاح وفلاح کا ایسا خمار حضرت پہ طاری رہتا کہ کیا شہر اور کیا دیہات۔ کیا دن اور کیا رات کیا موسم سرما و گرما و برسات، جہاں اور جدھر سے جب بھی لوگ آواز دے رہے ہیں حاضر ہو رہے ہیں۔ جہاں ضرورت پڑتی پہنچ رہے ہیں۔ جہاں جانے سے دین ومسلک کا کچھ بھی کام، یا کسی کا کچھ بھی بھلا ہوسکتا ہے تو گئے ضرور گئے اور بے تھکان کام کرتے رہے، دینی اخلاص کا ایسا جذبہ کہ کشاں کشاں پورے چھتیس گڈھ اور ملحق ریاستوں میں اپنی صحت کی فکر کئے بغیر پھرتے رہتے۔ اب تو دینی خدمات جو علماء کے فرائض منصبی

میں شامل ہے اس کے لئے بے تکلف نذرانے طے کیے جاتے ہیں۔ اور اس پر مستزاد خطباء کے نہ جانے کتنے ناز نخرے برداشت کیے جاتے ہیں، اس پر بھی مدعو مقررین اگر تشریف لے آئیں تو شکر الہی۔ ورنہ عین موقع پر دھوکے دیے جاتے ہیں، مگر وہ حضرت امین شریعت تھے جوان مکروہات سے پاک تھے۔ ہم نے ان کے ساتھ شہر ہی نہیں کوردہ سے کوردہ دیہات کا بھی سفر کیا ہے۔ اور خوب کیا ہے۔ ہم تھکتے مگر وہ نہیں تھکتے۔ ہم آرام کی تلاش میں ہوتے اور وہ کام کی تلاش میں۔ نہ کبھی کسی سے امید رکھی۔ نہ نذرانے کی فکر کی۔ بلکہ کئی دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ اپنے خرچ سے گئے اور اپنے خرچ سے آئے، مگر پیشانی پر کوئی بل نہیں۔ زباں پر کوئی حرف شکایت نہیں۔ دل میں کوئی گرد ملال نہیں. دماغ میں کوئی شمہ شکوہ نہیں وہ اعلحضرت کی اس فکر پر یقین رکھتے تھے کہ۔

میں گدا ہوں اپنے کریم کا　　　میرا دین پارہ ناں نہیں

برسوں پہلے مدتوں تک جو آپ نے خدمات کی چادر تانی تھی آج اس کے گرد الحمد للہ پورا چھتیس گڈھ اور نواح سمٹا نظر آرہا ہے۔ ''گاؤں گاؤں میں رضا رضا، شہر شہر میں رضا رضا۔ گلی گلی اور کوچہ کوچہ میں رضا رضا، دل دل اور دماغ دماغ میں رضا رضا، رضا رضا کے نغموں کی جو پکار و چہکار سنائی دے رہی ہے یہ حضرت امین شریعت کی بے لوث خدمات کا بدیہی فیضان ہے۔

بجتا ہے جو دین کا یہ ساز دوستو　　　یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

کبھی کبھی تو بڑی الجھن میں ڈال دینے والے دینی، مسلکی مسائل سامنے آتے ہمگر کیا مجال کہ جبیں شکن آلود ہو جائے۔ آپ کے صبر وسکون نے تحمل و بردباری نے قوت برداشت وگذاشت نے تلخ وشیریں سننے اور سہنے کی عادت جمیلہ نے قوم وملت کی سرخ روئی وسر بلندی کے بیکراں جذبے نے آپکو متبسم ہی رکھا۔ دشواریوں میں اشک برسانا تو انہوں نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ایسے ہی پیچیدہ مسائل میں ایک بڑا سنگین مسئلہ ''کونڈا گاؤں'' جامع مسجد کا تھا۔ شومئی قسمت سے یہ مسجد دیوبندیوں کے قبضے میں چلی گئی تھی۔ گاؤں کی غالب اکثریت سنیوں کی اور مسجد پر دیوبندی قابض مگر جب حضرت کے تبلیغی دورے سے وہاں کے لوگوں کو حقائق کا انکشاف ہوا، دیوبندیوں کے اصلی رنگ وروپ سے لوگ واقف ہوئے تو حساس لوگوں کی بے چینی بڑھی اور اب وہ اسکی واگزاری کی فکر میں ہوئے، اس مرحلے میں میں نے جو دیکھا تھا سب سے زیادہ فعالیت اور اضطراب کا مظاہرہ حضرت مفتی اعظم کے مرید خاص جناب عمر حیات خان صاحب رضوی نے کیا، موصوف اچھے خاصے پڑھے لکھے۔ فر فر انگریزی اور اردو زبان بولنے پر قدرت رکھنے والے۔ معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی بصیرت کے حامل بڑے بذلہ سنج اور برجستہ گو آدمی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی عمر کو آب حیات کا جرعہ نصیب فرمائے: آمین انہوں نے فوراً حالات و

معاملات سے پورے طور پر حضرت کو آگاہ کیا اور حضرت کی دعا اور پشت پناہی کا سہارا لیکر قانونی چارہ جوئی میں لگ گئے۔ اس کے لئے بار بار حضرت کو وہاں جانا پڑا۔ گئے سنیت کا درد لیکر، پہنچے مسجد کو وہابی تصرف سے آزاد کرانے کا ولولہ لیکر ،حاضر ہوئے رضویت کی تڑپ لیکر آخر برسوں کی کدوکاوش کے بعد کوشش کامیاب ہوئی ، مسجد اپنے قبضے میں آئی ،سنی احباب و مخلصین نے جشن فتح منایا۔ اور آئندہ پھر ایسی کوئی قبیح حرکت کوئی وہابی نہ کرے اس کی پیش بندی کے لئے ضلع بستر کے عموماً اور کونڈہ گاؤں کے خصوصاً سنیت اور ملت کا درد رکھنے والے اصحاب بست و کشاد جمع ہوئے یہ طے پایا کہ ضلعی سطح کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفاقی کمیٹی بنائی جائے تاکہ خدانخواستہ ایسی ضرورت درپیش ہو جائے یا فروغ سنیت کا کوئی منصوبہ سامنے آئے تو جو دشواری ماضی میں اٹھانی پڑی ہے مستقبل میں نہ اٹھانی پڑے۔ کئی لوگوں نے اپنی فکر و نظر کے اعتبار سے کمیٹی کا نام پیش کیا، مگر حضرت کوئی جامع نام کے منتظر تھے۔ کہ ہم نے ''کل بستر تنظیم اہلسنت'' نام پیش کیا حضرت نے مسکرا کر اسے قبول فرمایا۔ پھر کیا تھا یہی نام سب کی پسند قرار پایا۔ الحمدللہ وہ مسجد اہلسنت و جماعت کے قبضے میں ہے۔ اور اس کے ذریعہ مراسم و معمولات اہلسنت کی تجلیات سے مرصع تمام کام انجام پا رہے ہیں۔ اسی سال گیارہویں شریف کے موقع پر جناب عمر حیات خانصاحب کے لائق داماد، میرے تلمیذ رشید مولانا محمد ظفیر الدین رضوی کی دعوت پر

ایک مدت کے بعد جناب ادریس صاحب کے یہاں کونڈا گاؤں حاضر ہوا،عمر حیات خان صاحب اور مولانا مرتضیٰ علی آدرش نگر وشاکھاپٹنم کے ساتھ دیگر احباب سے ملکر بڑی مسرت ہوئی۔خانصاحب موصوف نے ماضی ہی کے راہ ورسم کے حوالے سے اپنے چہکتے مہکتے انداز میں میرا تعارف کرایا۔پچیس تیس برس بیتی ہوئی یادیں حال کے سانچے میں ڈھال کر تصور کی دنیا میں حضرت کے قدموں پر عقیدتوں کے گوہر نچھاور کرنے لگیں۔اس طرح کتنی مسجدیں ہیں جو حضرت کی جدوجہد سے محفوظ ہوئیں اور اب تک محفوظ ہیں۔علاقے علاقے میں کتنے مکاتب ومدارس ہیں جنکی بنیاد حضرت نے ڈالی، یا لوگوں کے اصرار پر سرپرستی وصدارت قبول فرمائی ،خدا کا شکر ہے وہ سارے ادارے پھول پھل رہے ہیں،اوران سے سنیت کی خوشبو بکھر کر دل وجاں کو معطر کر رہی ہے۔

ایک بار ''بھانو پرتاپ پور'' سے جناب محمد ظفر رضوی صاحب نے حضرت کو اطلاع دی کہ یہاں تبلیغی جماعت والے بہت بڑی جماعت لے کر آئے ہوئے ہیں اور گھر گھر اپنا مشن لیکر پہنچ رہے ہیں۔شہر میں بے چینی ہے اس لئے فوراً وفاعی تدبیر کی جائے۔حضرت نے میرے نام رقعہ لکھا کہ تم جاؤ اوران کی خبر لو،وہابیوں، دیو بندیوں سے اس طرح میرا کبھی سامنا نہیں ہوا تھا۔بحث ومباحثہ تو دور کی بات، مگر حضرت کا حکم تھا بغیر تاخیر کئے میں روانہ ہوگیا۔رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ وہاں

پہنچ کر اپنے عقیدے کا احقاق اور ان کے عقیدے کا بطلان مجھے کرنا ہے۔ میں انہیں اور اپنے لوگوں کو مطمئن کر پاؤں گا یا نہیں تبلیغیوں کی تبلیغی دعوت کو غلط قرار دینے میں میں بامراد ہوسکوں گا یا نہیں۔ اس طرح کے خدشات وشبہات راستہ بھر میرا تعاقب کرتے رہے، معاً میں نے تصور شیخ کر کے اپنے مرشد گرامی حضور مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ کو مسند دل پر متمکن کرنے کی اپنی سی کوشش کی، پھر کیا تھا بار بار یہ خیال اذعان وایقان کے جوہر لٹانے لگا کہ تم جا نہیں رہے ہو۔ بھیجے جا رہے ہو، جو جسکو بھیجتا ہے اپنی ذمہ داری پر بھیجتا ہے اور اپنی باطنی توجہات وتصرفات سے سرفراز کرتا رہتا ہے، پھر مت پوچھئے کہاں کا اضطراب اور کہاں کی تشویش! لگا کہیں سے کسی نے آواز دی "فتح تمہارے انتظار میں ہے"۔

ع تیرے اعداء میں رضا کوئی بھی منصور نہیں

وہاں بھانو پرتاپ پور میں تبلیغیوں کو معلوم ہوا کہ کوئی بریلوی مولانا بحث ومناظرہ کیلئے آرہے ہیں تو ان پر ایسی ہیبت چھائی کہ شہر ہی سے فرار ہونے کی تیاری کرنے لگے، جس کو جیسے موقع ملا جائے وقوع سے روانہ بھی ہوگئے، میں جب پہنچا تو معلوم ہوا وہ لوگ بس میں بیٹھ چکے ہیں۔ سنی حضرات فوراً پہنچے اور پکڑ پکڑ کر بس سے اتار اور پھر واپس لائے۔ لوگوں کا خیال ہوا کہ بریلوی اور دیوبندی عقیدے کا اصل فرق کیا ہے؟ تبلیغی جماعت میں واقعی خرابی کیا ہے؟ ان سے کیوں بچنا اور دور رہنا چاہئے۔

ان مسائل کی دلائل کی روشنی میں وضاحت ہو جائے۔ پورے گاؤں اور علاقے کے لوگوں کے جم غفیر، انبوہ کثیر میں ان تمام تبلیغیوں کو اپنے سامنے بیٹھا کر میں نے وہ حق آشکارا اور معرکتہ الآ را تقریر کی کہ دلوں کے بجھتے چراغ جل گئے عقیدے کی لرزتی دیوار استوار ہوگئی، حق و باطل کا فرق کھل کر لوگوں کے سامنے آ گیا اپنے اور بیگانے سب نے حقیقت کے سامنے گردن خم کردی، حق کا بول بالا دیکھ حاضرین فرط مسرت سے نعرہ پر نعرہ لگانے لگے۔ پوری بھانو پرتاپ پور کی دینی فضا حقانی للکار سے گونجنے لگی۔ امیر تبلیغی جماعت نے اعتراف کیا کہ ہمارے مولویوں نے کتابوں میں اللہ اور رسول کی ایسی دل آزار توہین کی ہے ہم لوگوں کو معلوم نہیں تھا۔ ویسے گندے عقیدے سے ہم سب توبہ کرتے ہیں اور عقیدہ اہل سنت قبول کرتے ہیں۔ زبانی توبہ کے بعد باضابطہ تحریری توبہ نامہ تمام ساتھیوں کے دستخط سے مزین ان لوگوں نے پیش کیا۔ یہ ہے حضرت کا تصرف باطنی۔ خود نہیں آئے مگر توجہ روحانی سے مجھے سرشار اور دلوں میں انقلاب برپا کرتے رہے۔ بعد میں حضرت کو جب وہاں کے پیش آمدہ حالات کی خبر ہوئی تو میری تقریر کی کیسٹ منگوا کر سنا اور ڈھیر ساری دعاؤں سے مجھے نوازا۔ انہیں دعاؤں کی برکتیں ہیں کہ کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوا، بلکہ بے سروسامانی میں بھی ان روحانی ساز وسامان پر فخر و ناز کرتا رہا۔ وہ دور حضور مفتی اعظم کی حیات ظاہری کا آخری دور تھا۔ حضرت صاحب فراش تھے مگر پھر بھی آپ

کا شخصی دبدبہ وطنطنہ پوری دنیائے سنیت پر حاوی وطاری تھا، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ ملت ٹوٹنے سے محفوظ تھی کہیں کوئی اختلاف تھا بھی تو بس اندر اندر حضور مفتی اعظم کا علمی و عملی وقار سب کے لئے سد سکندری بنا ہوا تھا، اب تو پوری ملت انتشار کا شکار ہے۔ انارکی کا دور دورہ ہے۔ علم پر غرور اور تحقیق پر ناز ہے۔ ہمہ دانی کا نشہ ہے اور ہم چنیں دیگرے نیست جیسی نخوت کی جکڑ بندی ہے۔ اس وقت یہ کیفیت نہ تھی۔ کیا رضوی اور کیا اشرفی مکمل بھائی چارگی کا ماحول تھا۔ یہ اسی محبت اور خلوص کا اثر تھا کہ حضور مفتی اعظم کے وصال کے بعد دار العلوم فیض الاسلام کیشکال جس کے بانی و مہتمم حضرت ہی ہیں۔ وہاں کے ذمہ داروں میں ایک اہم نام عالی جناب سید اسد علی رضوی صاحب کا ہے۔ انہوں نے اور دیوان گان رضا نے حضور مفتی اعظم کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے حضور مفتی اعظم کی شایانِ شان جشن نوری منانے کا پروگرام بنایا۔ پورا کیشکال نشاط وانبساط کے نور میں شرابور تھا۔ ایسے عظیم الشان پروگرام کیلئے جیسے عظیم الشان خطیب کی ضرورت تھی اس کی تلاش ہونے لگی۔ حضرت امین شریعت ہی نے شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب کا نام پیش کیا رابطہ ہوا حضرت شیخ الاسلام نے حضرت کی بات نہیں کاٹی تاریخ دے دی اور تشریف لے آئے۔ حضور مفتی اعظم کی رحلت کا غم ابھی تازہ تھا، چونکہ اس علاقے میں بار بار حضور مفتی اعظم حضور امین شریعت کی دعوت پر

تشریف لا چکے تھے۔اس لئے علاقہ کا علاقہ مرید تھا۔حضور مفتی اعظم کی شخصیت، شخصیت کی کشش،ان کی بلا امتیاز پیہم نوازش۔ان تمام چیزوں نے حضور مفتی اعظم کی یاد کو دو آتشہ سہ آتشہ بنا رکھا تھا۔اس لئے پورا علاقہ حضور شیخ الاسلام کی زبانی حضور مفتی اعظم کی سیرت وسوانح سننے کو ٹوٹ پڑا۔مت پوچھئے چہل پہل اور ہما ہمی کا عالم جلسہ شروع ہوا میں نے ناظم جلسہ کی حیثیت سے حضور امین شریعت کی صدارت میں جلسہ کا آغاز کیا۔حضور شیخ الاسلام کے ساتھ آئے ہوئے مایہ ناز شاعر جناب انوررائے پوری کو آواز دی حضور امین شریعت اور شیخ الاسلام کی موجودگی سونے پر سہاگہ کی بہار دکھا رہی تھی،ان حضرات کے سامنے انوررائے پوری نے موقع کی مناسبت سے اچھا فائدہ اٹھایا اور ایسا کلام پیش کیا جس نے سماں باندھ دیا۔ان کے پڑھے گئے کلام کا یہ شعر بار بار پڑھوایا گیا اور خوب خوب سراہا گیا۔

اشرفیت بدن رضویت پیرہن

مل گیا ہے مجھے اور کیا چاہئے

حضور شیخ الاسلام جو حضور مفتی اعظم کے کبھی میزبان ہوتے تھے تو کبھی مہمان، حضرت کی سیرت وشخصیت کا آنکھوں دیکھا حال اپنے خصوصی انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ آنکھیں چھلک چھلک پڑیں اور دل مچل مچل اٹھا،ان کے اس تاریخ ساز خطاب کا یہ جملہ ابتک مجھے یاد ہے کہ ’’لاؤڈ سپیکر پر نماز کے عدم جواز پر حضور

مفتی اعظم کے فتویٰ پر حضور محدث اعظم کا یہ تصدیقی جملہ:

"ھذا قول العالم المطاع وما علینا الا الاتباع"، یہ ایک ایسے عالم کا فتویٰ ہے جسکی اتباع ہم پر واجب ہے، حضور مخدوم ملت محدث اعظم جیسی شخصیت جنکی اتباع کو اپنے لئے واجب قرار دے اس کی شخصی عظمت کو کس کی مجال ہے کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔ حضور محدث اعظم کا یہ ایک ہی جملہ حضور مفتی اعظم کی سیرت وسوانح کے سینکڑوں صفحات پر تنہا بھاری ہے" تقریر کیا تھی معانی ومعارف کا ابلتا ہوا چشمہ تھی جو برسوں کے لئے سامعین کو محظوظ وسیراب کر گئی۔ ماضی کی ان یادوں کے اجالے میں حال کی حالت دیکھئے تو تاسف وتحیر سے گردنیں جھک جاتیں اور آنکھیں نم ہو جاتیں ہیں، کہاں گیا احترام واعتراف کا وہ جذبہ۔ کہاں کھو گیا شخصی عظمت کا بر ملا اظہار۔ اور کہاں ہے ایک دوسرے کے تعلق سے تواضع وحق بیانی کا وہ حوصلہ، جب تک یہ چیزیں ہمارے درمیان رہیں بلندیاں ہمارا مقدر رہیں۔ جب پیران عظام میں ایسا اتفاق واتحاد ہو تو مریدوں میں بیگانگی اور دوئی کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت بنام سنیت سب ایک تھے۔ اسی جلسے میں جس کا ذکر ابھی ہوا حضور امین شریعت اور حضور شیخ الاسلام جب آپس میں ملے تو وہ منظر دیدنی بلکہ دیدۂ دل میں بسا لینے کے لائق تھا۔ مگر سنیت کے ان نگینوں کو نہ جانے کس بد بخت کی نظر لگ گئی کہ حضور مفتی اعظم کے وصال کے تھوڑے ہی

دنوں بعد وہ اختلاف رونما ہوا کہ اب تک ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔ انتشار کی وہ چنگاری سلگی کہ بجھائے نہیں بجھ رہی ہے۔ جدید تحقیق کے نام پر ایسی مصنوعی تحقیق پیش کی جانے لگی کہ دنیائے احتیاط حیران رہ گئی۔ اس سلسلے کی پہلی موشگافی ٹی وی کے جواز کی شکل میں حضرت مدنی میاں صاحب قبلہ کی طرف سے ہوئی۔ ٹی وی کے جواز کا حکم شائع ہوتے ہی تمام محنتیں ضائع ہو کر رہ گئیں۔ فتوائے جواز کا سہارا لے کر لوگ بدعات وخرافات کے دلدل میں ہنسی خوشی پھنستے چلے گئے۔ نتیجے میں ایسے ایسے مشاہدات سامنے آنے لگے کہ صاحب سوز وساز شخصیتوں نے کلیجہ تھام لیا کہ اب کیا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ نادانی میں پھر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں ، ایسے ہی چند حقائق ومشاہدات پر مبنی حضور امین شریعت نے ایک مضمون ''ٹی وی کے مضر اثرات'' کے نام سے لکھا جسے ماہنامہ سنی دنیا نے شائع کیا۔ اپنے اس مضمون میں حضرت نے یہ دکھانے کی مخلصانہ کوشش کی تھی کہ کس طرح مدنی میاں صاحب کے ٹی وی کے جواز کے حکم کے بعد ان کے مریدوں عقیدتمندوں نے اپنے گھروں میں انکی تصویریں فریم کروا کر صبح وشام اس پر اگر بتی سلگانی شروع کر دی ہے ، بڑے کرب سے حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ ابھی ابتداء میں ایسے بھیانک مضر اثرات سامنے آرہے ہیں آئندہ نہ جانے کیا کیا گل کھلے گا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حضرت کے اس مضمون پر سنجیدہ نظر ڈالی جاتی اور تجربات کی روشنی میں مضر اثرات کے بڑھتے قدم کی

روک تھام کی جاتی مگر ہوا یہ کہ حضرت مدنی میاں صاحب قبلہ نے خود اس کا جواب نہ دے کر مولانا قاسم اشرفی سے اسکا جواب لکھوایا اور ماہنامہ المیزان میں چھپوایا۔ حالانکہ حضرت امین شریعت کا مضمون قطعاً ایسا نہیں تھا کہ اسکے جواب کی ناصواب کوشش کی جاتی، وہ تو آنکھوں نے جو دیکھا تھا ان مشاہدات کا نچوڑ تھا۔ اس میں پورے مضمون میں کہیں پر کوئی ایسا لفظ نہیں تھا جس سے حضرت مدنی میاں صاحب کی معمولی سی بھی تحقیر یا تنقیص یا دل آزاری ہوتی ہو۔ پورا مضمون ادب واحتیاط کا مرقع تھا۔ ویسے اخلاص واحتیاط بھرے مضمون کا جواب جب چھپا تو اہل علم وتہذیب انگشت بدنداں رہ گئے۔ نہ تحریر میں ادب کی چاشنی نہ حفظ مراتب کی روشنی۔ نہ احتیاط کے تقاضے کا خیال۔ نہ حقائق سے کوئی تعلق، نہ مخلصانہ مشورہ پر کوئی دھیان، بس یہ کہ شیخ الاسلام کی تحقیق انیق پر کسی کو کچھ لکھنے کی جرأت کیسے ہوگئی۔؟......

انہیں خیالات ونشانات کا ملغوبہ پورا مضمون تھا۔ حضرت امین شریعت نے مجھ حقیر کو حکم دیا کہ اب تم اس کا جواب دو، میں نے جواب دیا اور خوب نپا تلا جواب دیا، انہی کی تحریر سے انہیں لا جواب کرنے کی کوشش کی، میرا جواب ماہنامہ سنی دنیا میں چھپا، پھر ہمارے اور مولانا اشرفی کے درمیان جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چل پڑا، ہم جو بھی جواب دیتے اس میں شخصی عظمت کا بھرپور خیال رکھتے مگر ادھر سے جو جواب آتا وہ ذاتیات پر حملہ کا نادر نمونہ ہوتا، اس صورت حال میں احباب کے مشورے پر

وہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا، مگر جو کچھ ہم نے لکھ دیا تھا دیدۂ عبرت کے لئے کافی اور حقائق کے سمجھنے کے لئے وافی ہے۔ ہم نے اس موقع سے بھی حضرت کے اندر دین کا درد، ملت کا غم، انتشار امت کی فکر اور صبر و ضبط کی بے مثال قوت دیکھی اسے خدا کی خاص عطا کہئے۔ کیشکال سے میں ضرور چلا آیا مگر حضرت کی یاد کا سورج ہمیشہ نصف النہار پر رہا۔ میں جہاں بھی رہا حضرت کو بلانے اور زیادہ سے زیادہ سلسلۂ رضویہ میں لوگوں کو داخل کرنے کی فکر میں رہا۔ ویسے بھی جہاں کہیں ملاقات ہوتی تو اسی انداز دلربائی سے خیر خیریت پوچھتے رہے۔ حضرت جن علماء کو دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہیں مجھے یقین ہے ان میں ایک میں بھی ہوں۔ دو سال پہلے لگا تار تین سال محبوبیہ چوک رائے پور ڈاکٹر اشفاق اور ان کے احباب کی خواہش پر محرم الحرام کے دہ روزہ پروگرام کے سلسلے میں حاضری ہوتی رہی۔ رائے پور پہنچتے ہی پہلی فرصت میں حضرت سے ملتا، میری حاضری اور مقصد کے اظہار پر فوراً کامیابی کی دعاؤں سے سرفراز فرماتے، ایک دن کئی علماء اور خواص کے جھرمٹ میں بیٹھا تھا کہ دریائے کرم جوش پر آیا اور فرمایا کہ ’’مجھے جن جن سلسلوں اور چیزوں کی حضور مفتی اعظم سے اجازت وخلافت حاصل ہے میں ان تمام سلسلوں اور چیزوں کی اجازت وخلافت آپ کو عطا کرتا ہوں‘‘۔ فرط مسرت میں میں نے بڑھ کر بھیگی پلکوں سے حضرت کے قدم چوم لئے۔ وہ لمحات جب

جب یاد آتے ہیں نوری کیفیات کے بادل پورے وجود پر چھا جاتے ہیں اور میں سرشار ہو جاتا ہوں۔ اس دن رضوی فقیروں کی صف میں اپنے آپ کو دیکھ کر مجھے اپنے بڑے ہونے کا جو احساس ہوا پروردگار عالم اس احساس کی لاج بچانے کی ہمیں توفیق بخشے۔

حق یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی نسبت اور حضور مفتی اعظم ہند کی خصوصی توجہ نے حضرت کو جو امتیاز بخشا ہے یہ کسی اور کے حصے میں کہاں....؟؟؟

سچ تو یہ ہے کہ:

* عمل کے پیکر اور کردار کی عظمت کا نام امین شریعت ہے۔
* اپنے بڑوں کی امانت کے سچے محافظ کا نام امین شریعت ہے۔
* شریعت کے پاسبان اور طریقت کے نگہبان کا نام امین شریعت ہے۔
* قادری گھٹا اور رضوی ابر کرم کا نام امین شریعت ہے۔
* کوئی کچھ کہے میرا وجدان بولتا ہے کہ "قطب چھتیس گڑھ کا نام امین شریعت ہے۔

حضور امین شریعت

اور

مسلک اعلیٰحضرت

غوث وخواجہ کی زندہ کرامت ہے یہ
بن کے احمد رضا جو امام آ گیا
سب کا دین اور ایمان خطرے میں تھا
ایک احمد رضا سب کے کام آ گیا

لوگ کہتے ہیں دینی احکامات کی چمک دمک سب سے اچھی ہمارے ملک ہندوستان میں ہے۔ ہم نے فلاں فلاں ملک دیکھا ہے ہم فلاں فلاں شہر گئے لیکن دین وسنت کے معاملے میں ہمیں بڑی مایوسی ہوئی شریعت پر عمل سنتوں کی پابندی، علماء سے نزدیکی وقربت، خوفِ خدا اور عشق مصطفےٰ کی جلوہ سامانی ہمیں سب سے زیادہ اپنے ہی ملک میں نظر آئی۔ بات بھی سچی اور دل لگتی ہے حضرت خواجہ غریب نواز نے اسلام کا جو پودا یہاں لگایا تھا، امام احمد رضا نے قلم کی بوند بوند سے جس کی سینچائی کی تھی، بعد والوں نے بھی پرکھوں کی اس امانت کی ایسی حفاظت کی اور کر

رہے ہیں کہ یہ اعتراف ناگزیر ہوگیا ہے کہ یہاں دین وسنت کا بول بالا دیگر ملکوں سے بڑھ کر اور فزوں تر ہے، ہمارے اس ملک میں دینی قیادت کا سہرا ماضی میں جن خاندانوں اور خاندان کے جیالے فرزندوں کے سر رہا ہے اسلام کی نشو نما اور نشر واشاعت میں جنہوں نے شب وروز ایک کر دیا تھا۔ آج جس طرح یہاں اسلام روشن ہے ویسے ہی ان سب کا نام بھی روشن ہے۔ ان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ فضل رسول بدایونی اور امام احمد رضا مجدد بریلوی کا گھرانہ نمایاں اور فروزاں ہے، انکی خدمات اور کارنامے آب زر سے لوح سیمیں پر لکھنے کے لائق ہیں، تاہم یہ دیکھ کر بہت قلق ہوتا ہے کہ بعض خاندانوں میں دین وسنت پر تصلب بہت دنوں تک قائم نہ رہ سکا، کچھ ایسے نا خلف پیدا ہو گئے جن کی نا اہلی سے خاندان کے دامن پر کلنک کا ٹیکہ لگ گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمات سے نہ کل کسی کو انکار تھا اور نہ آئندہ مجالِ انکار ہوگی تاہم اسی خاندان میں ننگ خاندان اسماعیل دہلوی نے جنم لیا جو انگریزی سبز باغ کے فریب میں ایسا پھنسا کہ انگریز کے ہاتھوں دین کا سودا کر بیٹھا۔ ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' جیسی کتاب لکھ کر وہابیت کی بلا کو نجد سے کشید کر کے امت میں ایسی پھوٹ ڈال دی کہ اختلاف ہے جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے پھر وہابیت کے بطن سے دیوبندیت، اور دیوبندیت کے بطن سے قادیانیت وغیرہ موجودہ تمام نئے فرقوں کی

ایسی رونمائی ہوئی کہ ملت ٹکڑوں میں بٹ کر رہ گئی، دوسرے نمبر پر سرخیل اہلسنت قائد جنگ آزادی، علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش سے تقریباً ۳۲ سال پہلے موقر علمائے اہلسنت کی موجودگی میں مولوی اسماعیل دہلوی سے اس کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' کی کفری عبارات پر مواخذہ اور پھر ان پر تمام حجت کے بعد دوٹوک کفر کا فتویٰ دیا اور دین وسنیت کی آبرو بچالی مگر آپکے بعد آپ کے ذی وقار صاحبزادے علامہ عبدالحق خیر آبادی میں جوزی و نزاکت آئی اس کا ثبوت اس مکالمے سے ملتا ہے جو نواب رام پور کے کاشانے میں ہوا تھا، نواب رام پور ایک طرف علامہ عبدالحق کی معقولات میں مہارت وممارست سے خوب واقف تھے تو دوسری طرف امام احمد رضا کی ذہانت وفطانت اور فلک بوس مقبولیت سے اچھی طرح آشنا،انہوں نے سوچا اگر مولانا احمد رضا' علامہ عبدالحق خیر آبادی سے معقولات کا کچھ درس لے لیں تو منقولات ومعقولات دونوں سمندر کے وہ پیراک اور شناور ہو جائیں گے اپنی اس خواہش کا اظہار انہوں نے ان دونوں سے کیا، جب نواب رام پور کے محل میں علامہ عبدالحق سے امام احمد رضا کی ملاقات ہوئی تو علامہ خیر آبادی نے امام بریلوی سے پوچھا آپ نے منطق میں کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں، آپ نے فرمایا قاضی مبارک تک۔ علامہ نے پوچھا کیا آپ نے شرح تہذیب پڑھلی ہے؟ تو امام بریلوی نے جواب دیا کیا آپ کے یہاں قاضی مبارک

کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے، جواب کی اس برجستگی سے علامہ خیر آبادی ششدر رہ گئے، گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے اب علامہ نے پوچھا، آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ تو امام احمد رضا نے فرمایا درس وتدریس، تصنیف وتالیف، علامہ نے پوچھا، کس کس فن میں کتابیں لکھتے ہیں، فرمایا جو سامنے آجائے خاص کر ردو ہابیہ میں، ردو ہابیہ سن کر شگفتگی کرختگی سے بدل گئی اور دل کی بات زباں پر آگئی، کہا، تم بھی یہی کرتے ہو جو ہمارا بدایونی خبطی کرتا ہے۔ یہ اشارہ شاہ عبدالقادر بدایونی کی طرف تھا جو ردوہابیہ میں یگانہ روزگار تھے، امام احمد رضا اپنے معاصر جن شخصیتوں سے متاثر ،ان کے علم وفضل کے معترف ومداح تھے ان میں شاہ عبدالقادر بدایونی بھی تھے، اپنے بڑے کی شان میں اتنا چھوٹا ادب سے گرا ہوا جملہ سن لیں اور برداشت کرلیں یہ امام احمد رضا کی خو نہیں تھی۔ آپ نے برملا کہا حضرت جس شغل کو آپ خبط کہہ رہے ہیں یہ سب سے پہلے آپ کے والد ماجد علامہ فضل حق خیر آبادی نے کیا ہے۔ اس حاضر جوابی پر علامہ عبدالحق دنگ رہ گئے اور کہا اگر میرے سامنے آپ کی یہی حاضر جوابی رہی تو مجھ سے پڑھانا نہیں ہو سکے گا۔ امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا' ہم نے بھی سوچ لیا ہے کہ آپ سے پڑھنا نہیں ہے۔ جو ردِ عقائد باطلہ کو خبط کہے اس سے پڑھنا اپنے اکابر کی توہین ہوگی۔ رحمتوں کے ہزاروں پھول برسیں امام احمد رضا کی تربت اطہر پر جنہوں نے اپنے اکابر کی عظمت کے تحفظ میں کبھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا،

اسی شاہکار کردار کی برکت ہے جس نے آگے چل کر آپکو اہل سنت کا امام بنا دیا۔
سوچنے کی بات ہے جو اپنے اکابر کی ادنیٰ توہین نہ برداشت کرے وہ اپنے نبی
ﷺ کی توہین کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اور توہین کرنے والوں کو کیسے معاف کر
سکتا تھا۔ بالآخر آپ نے وہی کیا جو قرآن و حدیث کا مطالبہ تھا، اور اس شان
استغناء سے کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی ہی ہمیشہ مطمح نظر رہی۔ اور اس
جستجو میں کبھی کسی کی پرواہ نہ کی۔ بارگاہ رسول میں ان کا استغاثہ تھا :

ع کام وہ لے لیجئے تجھ کو جو راضی کرے

تیسرے نمبر پر علامہ فضل رسول حضرت شاہ عبد القادر بدایونی وغیرہم ہیں، جنہوں
نے وہابیت کی یلغار کا مجاہدانہ للکار سے زور توڑا اور سنیت کا علم جھکنے نہیں دیا تھا۔
ان کے کارنامے تاریخ کا زرین باب ہیں۔ تاہم بعد میں چل کر اسی خانوادے کے
جگر پارے مولانا عبد المقتدر بدایونی نے جمعہ کی اذان ثانی کے باہر ہونے کے باب
میں اختلاف کیا، اس اختلاف کے بھنور میں آپ ایسے پھنسے کہ پھر نکل نہ سکے، اور
یہ مسئلہ ان کی انا کا مسئلہ بن کر رہ گیا۔ جب امام احمد رضا کے پیش کردہ دلائل کو وہ توڑ
نہ سکے تو امام احمد رضا کے خلاف جوڑ توڑ کی فضا سازی میں جٹ گئے۔ اس خالص
علمی چپقلش کا اثر انکے خاندانی تصلب و تشخص پر بھی پڑا جسکی متعدد مثالیں ہیں،
صرف ایک تازہ اور بھاری بھرکم مثال پیش ہے۔ حضرت شاہ محمد سالم صاحب بدایونی

(والد مولانا اسید الحق بدایونی) تین چار سال پہلے کرناٹک کے ساحلی علاقہ اڑپی اپنے حلقۂ ارادت میں تشریف لے گئے، جب جمعہ آنے کو ہوا تو مریدوں، معتقدوں نے نماز جمعہ پڑھانے کی خواہش ظاہر کی، اس پر موصوف کا جواب تھا، میں اس شرط پر جمعہ پڑھاؤں گا کہ جمعہ کی اذان ثانی اندر ہوگی، لوگوں نے عرض کیا حضور بہت پہلے اذان اندر ہی ہوتی تھی۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی کا فتویٰ آنے پر وہابیوں، دیوبندیوں سے کافی بحث وتکرار کے بعد اذان باہر ہوئی تھی، اس کے بعد سے مسلسل باہر ہو رہی ہے۔ اگر پھر اندر کردی گئی تو بدعقیدوں کو ہنسنے، اعتراض کرنے، الجھنے کا موقع مل جائے گا۔ وہ واویلا مچا دینگے، اس سے لوگوں کے عقیدہ بگڑنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس معقول عرض پر حضرت کا شاہی فرمان تھا، کچھ بھی ہو اذان اندر ہوگی، قصہ مختصر اذان اندر ہوئی، حضرت نے نماز پڑھائی بعد نماز وہ سب کچھ ہوا جس کا اندیشہ دردمند سنیوں کو پہلے سے تھا، یہاں تک کہ کچھ مذبذب قسم کے لوگ کھلم کھلا وہابی ہو گئے، اس تبدیلی مذہب پر تمام سنیوں کا چہرہ ملول ہو گیا۔ مگر حضرت کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیلتی رہی، جب وہاں کے ائمہ مساجد نے اس حادثۂ فاجعہ کی خبر بذریعہ موبائل مولانا اسید الحق کو دی تو مولانا اسید الحق کا جواب تھا اگر میرے والد کے اس کارنامے سے کچھ لوگ بدعقیدہ ہو گئے ہیں تو الحمدللہ'' (معاذ اللہ) اسپیکر آن تھا اس جواب کو متعدد علمائے اہلسنت

نے سنا، ان علماء نے اس کی خبر حضور تاج الشریعہ اور حضرت محدث کبیر وغیرہم کو فوراً دی، اس خبر کو جس نے جہاں سنا حیرت میں ڈوب گئے، حضور محدث کبیر نے عرس رضوی کے موقعہ پر جامعۃ الرضا کے اجلاس میں مولانا اسید الحق کے جملے پر اظہار افسوس فرمایا اور رد کیا، یہ اس خاندان کے نامور فرزند کی بولی ہے جس خاندان نے بدعقیدگی کے طوفان سے اہلسنت کی کشتی کو نکالنے میں اہم رول ادا کیا تھا۔

ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

اور چوتھے نمبر پر امام احمد رضا کا خاندان ہے جو کم وبیش دو سو سالوں سے دینی سنی قیادت سنبھالے ہوئے ہے۔ اتنی لمبی مدت کسی خاندان کو نہیں مل سکی، یہ خدا کا خاص فضل بریلی اور خانوادہ بریلی پر ہے، ورنہ بدلتے منظر کی تصویر آپکے سامنے ہے جو ابھی ہم نے پیش کی ہے!

بریلی شریف کی قیادت کا یہ دورانیہ علامہ مفتی رضا علی خان سے شروع ہوتا ہے جس کی موجودہ تابندہ کڑی فخر ازہر، قاضی القضاۃ فی الہند، جانشین حضور مفتی اعظم، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان صاحب قبلہ ازہری ہیں۔ (ادام اللہ فیوضہ علینا وعلیٰ سائر اہل السنۃ والجماعۃ)

اس دو سو سالہ دورانیے میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم وعارف، ایک سے بڑھ کر ایک فقیہ ومفتی، ایک سے بڑھ کر ایک قائد ومصلح، ایک سے بڑھ کر ایک مفسر ومبلغ اس

خاندان نے قوم وملت کو دیئے، ان سب نے جس خلوص وللٰہیت سے دین وسنیت کی خدمت کی قوم وملت کی بگڑی بنائی، آڑے وقتوں میں امت کا سہارا بنے اور انکی خدمات ہی کو سرمایہ حیات سمجھا، ان کے ایثار وفدا کاری، جذبہ وفاداری کو پوری قوم آج بھی خراج تحسین واحترام پیش کرتی ہے، ان میں ایک امام احمد رضا نے اس گرمئ عشق مصطفٰے، وفور اخلاص اور شدت جذبات سے تحریک تحفظ سنیت چلائی کہ پوری دنیا میں اس کی لہر محسوس کی گئی، اور اسکے ایسے مثبت بارآور اور نتیجہ خیز اثرات مرتب ہوئے کہ عالم اسلام کے لوگوں نے عموماً اور پورے برصغیر کے لوگوں نے خصوصاً یہ محسوس کرلیا کہ ہم کو اس روز روز جنم لینے والے نئے نئے فرقوں، اور انگریزوں کی کی نوازش وداد ودہش کے سائے میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے لوگوں کے غیر محفوظ ہجوم میں اپنے ایمان وعمل کے تحفظ کا مضبوط اور محفوظ سائبان مل گیا، سب نے اسی سائبان اہلسنت کے سائے میں آجانے اور مستقل پناہ لے لینے میں ہی دائمی خیریت وعافیت یقین کیا، اسی اذعان وایقان کا یہ خوشگوار انجام ہے کہ سب نے امام احمد رضا کی بے لوث بے لاگ خدمات کی بنیاد پر آپکو اہلسنت کا امام تسلیم کیا اور آپکے تمام ملفوظات ومکتوبات، تصنیفات وتالیفات اور فتاوی وفرمودات کو علی الاتفاق مسلک اعلیٰ حضرت کا مبارک نام دے دیا "مسلک اعلیٰ حضرت" کی اصطلاح بدعقیدوں بدمذہبوں سے تحفظ کے لئے سنیت کا نشان امتیاز بن گیا

کہ اب بھی گڈمڈ ماحول اور مخلوط آب وہوا میں جب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنا ہوتا ہے تو لوگ اس اصطلاح کے سہارے اچھی طرح پہچان جاتے ہیں کہ سنی کون ہے؟ اور وہابی کون ہے؟ اپنا کون ہے اور بیگانہ کون ہے؟ یہ کتنا بڑا احسان ہے اعلیٰ حضرت کا کہ سنیت کی حفاظت کے لئے اپنا سکھ چین، سکون وآرام سب کچھ نثار کردیا، مدارس کی عزت، مساجد کی حرمت، خانقاہ کا وقار، مشائخ کی عظمت، علماء کا مقام، اور عوام اہلسنت کے جذبات سب خطرے میں تھے، سب پر تباہی کے بادل منڈلا رہے تھے کہ امام احمد رضا اپنی منصبی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے میدان علم وعمل میں اتر پڑے، اور جان جوکھم میں ڈال کر سنی اور سنیت کے بیڑے کو غرق ہونے سے بچالیا، بارگاہ رسالت سے اس مخلصانہ اور مومنانہ خدمات کا انعام یہ ملا کہ پورا دین آپ سے منسوب ہوکر عالم اسلام میں مشہور ومقبول ہوگیا۔ اب آپ چاہے جس تناظر میں جس زاویئے سے دیکھئے اعلیٰ حضرت یاد رکھنے، اپنانے اور برتنے کی چیز ہیں، ان کا احسان ہی کچھ ایسا ہے کہ ہم انہیں کسی صورت چھوڑنا تو دور کی بات ہے بھولنے کا تصور نہیں کرسکتے، مگر اسے کیا کہا جائے آج ہم لوگ جس دور میں جی رہے ہیں یہ بڑا وفانا آشنا، احسان فراموش، غیرت فروش اور کردار کش دور ہے تاہم یہ بھی ایک انمٹ حقیقت ہے کہ دنیا میں وہی قوم زندہ وسلامت اور بامقصدو بامراد رکام کے سایئے میں زندگی

گزارتی ہے۔اعلیٰ حضرت کے احسان کو بھول جانے اور ان کی بارگاہ میں بیجا لب کشائی کی جرأت کا سیدھا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں پر اسکی کوئی نس دبی ضرور ہے تب یہ خرابی آئی ہے، روزمرہ کا تجربہ اور مشاہدہ بول رہا ہے کہ جو ان سے بے اعتنائی کرتا بے وفائی برتتا ہے سب سے پہلے ان سے دینی سختی رخصت ہو جاتی ہے جو ایمان وعقیدہ کی حفاظت کیلئے ضروری ہی نہیں اشد ضروری ہے، پھر اس کے بعد دبے قدموں سے اس میں صلح کلیت آجاتی ہے۔ یہ صلح کلیت بدمذہبی کا پہلا زینہ ہے۔اگر آدمی نہ سنبھلے تو الاماں والحفیظ آج پھر کچھ لوگ سب سے مل جل کر رہنے کی بات کرنے لگے ہیں، خود آزادخیال ہیں دوسروں کو آزادخیالی کی دعوت دے رہے ہیں، بدعقیدوں کے پیچھے بھی بلا تکلف نماز پڑھ رہے ہیں, انہیں دعوت کھلا رہے ہیں، ان کی دعوت کھا رہے ہیں، اور بلا جھجھک کہہ رہے ہیں کہ آج کا دور اختلاف کا دور نہیں ہے سب سے قریب رہنے اور سبکو قریب کرنے کا دور ہے، کیا مسلک اعلیٰ حضرت بولنا ضروری ہے، اور کیا ہم اعلیحضرت کو نہیں مانیں گے تو مسلمان نہیں رہیں گے، یہ تمام بولی بہت سے حق نا آشنا لوگوں کی طرح اپنے آپ کو سنی کہنے والے اُس انسان کی ہے جو نصیب سے عالم بھی ہے اور قسمت سے انکے نام کے ساتھ علیمی کا لاحقہ بھی ہے، اور اتفاق سے میاں حضور شاہ ابوسعید الہ آبادی کا مرید بھی۔ایک جلسے میں جب انہوں نے اپنی تقریر میں وہ سب کہا تو جلسے کے

بعد میں نے کہا آپ کی تقریر کے بعض حصے سے مجھے اتفاق نہیں ہے، اور وہ سارے قابل اعتراض جملے ہم نے ان کے سامنے رکھے، اور کہا کہ یہ تمام باتیں مسلک اعلحضرت کے خلاف ہیں، یہ حضور شیر بہار مفتی محمد اسلم رضوی صاحب کا دیار ہے یہاں کے لوگوں کے دلوں میں رضا اور فکر رضا کی محبت انہیں کی عنایت ہے، اگر آج وہ اسٹیج پر ہوتے تو آپ کو توبہ کرواتے، تو مولانا موصوف نے کہا اعلیٰ حضرت ضروریات دین میں ہیں کیا؟ ان کو جو نہیں مانے گا وہ مسلمان نہیں رہے گا کیا؟۔ہم نے کہا اعلیٰ حضرت ضروریات میں نہیں ہیں مگر با اتفاق علمائے عرب وعجم ضروریات دین کے محافظ ضرور ہیں۔تبھی تو علامہ سید محمد علوی مالکی نے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ "مولانا احمد رضا کی محبت علامت ایمان، اور ان سے بغض وحسد علامتِ نفاق ہے۔" اتنے بڑے عالم اور پوری قوم وملت کے محسن کیلئے آپ کا دلخراش جملہ زیب نہیں دیتا، تو وہ بول پڑے اعلیٰ حضرت نے مسائل میں اپنے بڑوں سے اختلاف کیا ہے تو ہم بھی ان سے مسائل میں اختلاف کر سکتے ہیں، ہم نے کہا اعلیٰ حضرت سے صدر الافاضل صدر الشریعہ، ملک العلماء، برہان ملت وغیرھم نے اختلاف نہیں کیا تو کیا آپ ان اساطین اہل سنت سے زیادہ علم وفہم رکھتے ہیں، ہاں اعلحضرت سے اختلاف کیا ہے مگر بدعقیدوں نے کیا ہے، آپ ان سے اختلاف کر کے اپنا رشتہ بدعقیدوں سے مت جوڑیے، ابھی آپ نوجوان عالم ہیں اعلیٰ حضرت سے جڑ کے رہئے ان سے فکری ربط رکھئے تا کہ

آپکا علم فروغ پائے ،اور قوم وملت کے کام آئے ورنہ اس بحر اوقیانوس میں اچھے اچھوں کی کشتی ڈوب جاتی ہے،بعد میں مولانا موصوف کے پچھا اور پیر بھائی ملے تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے پیر صاحب سب کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں،یہاں تک کہ امام حرم کے پیچھے بھی، وہ تو رافضی کو بھی مسلمان مانتے ہیں۔

میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے میں گوا گیا،وہاں کے سنی احباب نے مجھے بتایا کہ ابھی ایک ہفتہ سے سید سراواں کے پیر حضرت ابو میاں یہاں آئے تھے،ان کے دو تین دن ٹھہر کر واپس جانے کے بعد یہاں ان لوگوں میں جو اُن سے قریب رہے صلح کلیت آگئی ہے،وہ سب کو اچھا کہنے اور سب سے مل جل کر رہنے کی بات کرنے لگے ہیں،یہاں تک کہ اقامت میں بھی اب وہ لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ابھی پندرہ فروری ۲۰۱۰ء کو بھیونڈی پروگرام میں جانا ہوا مسجد طیبہ کے صدر و دیگر ذمہ داروں نے بتایا کہ حضرت ابو میاں الہٰ آباد والے یہاں آئے تھے،ان کے قریب ہم لوگوں نے جب کٹر وہابیوں دیوبندیوں کو دیکھا تو موقع پا کر پوچھا کہ حضرت یہ تو قرآن وحدیث کے خلاف اور مسلک اعلیٰ حضرت کے منافی ہے کہ بدمذہبوں،بدعقیدوں سے اس طرح گھلا ملا جائے۔تو ان کا کہنا تھا کہ ہاں مگر میرا طریقہ اصلاح وہدایت الگ ہے۔

پیر صاحب موصوف کے ایک معتقد خاص مولانا ذیشان مصباحی،انہیں کی

مثنوی ''نغمات الاسرار'' کے پیش لفظ میں ممدوح ہی کے بارے میں کھلے دل سے اعتراف کرتے ہیں کہ :

''ان کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن کافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں، اور حضرت صوفی مشرب پر عمل کرتے ہوئے بلاتفریق سب کو سیراب کرتے ہیں''

(نغمات الاسرار، ص، ۱۱)

مجھے بتایا جائے قرآن کی وہ آیات اور حدیث کی وہ روایات جن میں بد مذہبوں، بدعقیدوں سے دور رہنے اور اپنے آپکو ان سے دور رکھنے کی سخت تاکید و تنبیہ آئی ہے، ان آیات و روایات سے کھلا تصادم ہے کہ نہیں۔ بنیاد اسلام سے تصادم کے بعد بھی سچے پکے مسلمان ہونے کا پرشور اعلان!

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی،

بڑی چابکدستی سے اپنی بات کو معتبر کرنے کے لئے صوفی مشرب کا سہارا لیا گیا ہے یہ چمتکاری سے کم نہیں ہے یہ در پردہ صوفیائے اسلام پر بھی بہت نازیبا حملہ ہے، ہمارا ماننا ہے کہ صوفیائے کرام اسلام کے روح رواں ہیں تو ملت کی زندگی جاوداں، کیا حضور خواجہ غریب نواز، حضور محبوب الٰہی، حضور مخدوم سمناں، حضور مخدوم جہاں

،حضور غوث اعظم جیلانی وغیرہم رضوان اللہ عنہم اجمعین کا یہی نظریہ تھا کہ حق وباطل، نور وظلمت، کفر واسلام سب ایک ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں، ان حضرات قدسیہ نے اپنے مسلک ومشرب کی بھرپور حفاظت کے ساتھ سینۂ کفر کو گنجینۂ اسلام بنانے کی جد وجہد کی تھی۔ انہوں نے گندگی کفر کو دور کرنے کیلئے کافر کو قریب کیا تھا نہ کہ کفر واسلام ،کافر ومسلم کو ایک سمجھ لیا تھا، افسوس تو یہی ہے کہ یہاں تفریق وتمیز ہی مٹائی جا رہی ہے، وہ دیوار گرائی جا رہی ہے جو دودھ اور پانی کو الگ کرتی ہے، وہ تصوف ہو ہی نہیں سکتا جس میں ارکان شریعت کا تحفظ نہ ہو۔ جس میں حق وباطل کو ایک سمجھنے کی دعوت دی جا رہی ہو، جس میں وفادار وغدار سے محبت ومیل ملاپ کی حمایت کی جا رہی ہو۔۔۔ع: ”چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد“ میاں حضور ہی کی سرپرستی میں ماہنامہ خضر راہ نکلتا ہے دسمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ ”اہل قبلہ کی تکفیر: احادیث کی روشنی میں“ درحقیقت اس میں شیخ محمد ذکی ابراہیم مصری کی عربی کتاب جس کا اردو نام ہے ”مسلمانوں کو کافر وفاسق قرار دینے والے فرقوں کے رد میں چالیس قوی احادیث“ کو نئے نام نئے آہنگ سے شائع کیا ہے۔ اس مضمون پر جو ادارتی نوٹ لگا ہے وہ دیدۂ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ۔۔۔

”اس کتاب میں پیش کردہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر یا

انہیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔ڈیڑھ سطر کے بعد، مسلکی منافرت اور ایک دوسرے کی تکفیر کی پاداش میں اپنی شان وشوکت اور سطوت وقوت کھو چکی امتِ مسلمہ کے لئے یہ کتاب ایک عظیم نعمت ہے۔ (ص۱۲،)

اسی مضمون کی دوسری قسط جنوری ۲۰۱۰ء کے شمارے میں چھپی ہے اس میں عنوان کے نیچے ادارتی نوٹ کے اوپر جو ایک لائن ہے، اگر آپ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہیں، آپ کو اپنے عقیدہ سے پیار ہے، اور تمام اعمال کی قبولیت ومقبولیت کا دارومدار آپ ایمان کو سمجھتے ہیں اور اس نقطۂ نظر سے ایمان کی حفاظت کی فکر رکھتے ہیں تو مجھے یقین ہے آپ لرز اٹھیں گے۔دیکھئے یہ دلخراش ایمان پاش جملہ۔:

''جو ہماری طرح قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے، اور اللہ و رسول کے امان و ذمے میں ہے''۔ (ص ۱۰) پیش کردہ اقتباسات کی روشنی میں ہمیں اپنے قارئین سے دو تین بات ضرور کرنی ہے۔پہلی بات یہ کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی طرح شیخ محمد ذکی ابراہیم مصری کی کتاب 'اہل قبلہ کی تکفیر احادیث کی روشنی میں'' تو نظر آئی اور اسی عنوان پر اپنے ملک کے نامور عالم و عارف حضور شیر بیشۂ سنیت، قاطع صلح کلیت حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کی قبلہ نما تصنیف ''اربعین شدت'' نظر نہیں آئی جس میں حضرت العلام نے چالیس قوی احادیث سے بد مذہبوں، بدعقیدوں کو بدمذہب

وبدعقیدہ سمجھنے اور ان سے کوئی ربط و تعلق نہ رکھنے کو ثابت و محقق کردیا ہے، یا جان بوجھ کر نظر انداز کردی گئی تا کہ اپنے مقصد کا تیر نشانے پر لگے۔ اعلیٰ حضرت کا نام لیتے، ان کے مسلک کا نعرہ لگاتے ہیں اور اس مضمون پر آپکی ایمان افروز کتاب "تمہید ایمان" نظر سے اوجھل ہوگئی یا کردی گئی تا کہ اپنا راستہ ہموار رہے۔ اس کتاب میں صرف قرآنی آیات کی تجلیات میں امام اہلسنت نے بدعقیدوں اور بدمذہبوں سے گھول میل نہ رکھنے کو ثابت وراسخ فرمادیا ہے اور دین ودنیا میں اس کے مضر اثرات کی ایسی نشاندہی کی ہے کہ چشم حیرت کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے۔

خود اپنے گلدستہ کلام "حدائق بخشش" میں رقمطراز ہیں۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبد مصطفےٰ پھر تجھ کو کیا

امام اہلسنت تو یہ کہیں اور سنیت کی دعویداری کے باوجود کچھ لوگ وہ کہیں

ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اس منظر نامے میں مجھے تو لگتا ہے اعلیٰ حضرت کے نام کا استعمال صرف اس لئے ہورہا ہے کہ سنی گاؤں، سنی شہر، سنی قصبہ اور سنی محلّہ میں داخلہ آسان ہوجائے۔ اعلیٰ حضرت کے نام کا سہارا لیکر اپنا کام بنایا جائے۔ مگر یہ نیمے دروں نیمے بروں والی کیفیت کب تک؟ ایک نہ ایک دن سنیوں پر حقیقت واضح ہو ہی جائے گی۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر قبلہ رخ نماز پڑھ لینے سے ساری غلطیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ کفر، اسلام ہو جاتا ہے تو پھر طواغیت خمسہ مرزا غلام احمد قادیانی، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مولانا قاسم نانوتوی جس نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی جس نے حفظ الایمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو جانوروں، پاگلوں، مجنوں اور دیوانوں کے علم سے تشبیہ دی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی جنہوں نے براہین قاطعہ میں آقائے کونین ﷺ کے علم پر شیطان کے علم کو فوقیت دی یہ سب قبلہ کی طرف رخ کر کے ہی نماز پڑھتے تھے۔ قول بالا کی روشنی میں یہ سب کے سب مسلمان قرار پائینگے، موجودہ دور کے سارے بدعقیدے، بدمذہب بھی قبلہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ سب کے سب صاحب ایمان کی فہرستوں میں شامل ہو جائیں گے، ، جبکہ عرب وعجم کے دوسو اڑسٹھ ۲۶۸ را ساطین اسلام مفتیان کرام نے علی الاتفاق اہل قبلہ ہونے کی کوئی پرواہ نہ کی، انھیں ان کی گستاخانہ عبارات

کی بنیاد پر کافر قرار دیا، اور فتنے کا دروازہ بند کرنے کے لئے یہاں تک لکھا کہ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے !

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغوٰی از علامہ فضل حق خیر آبادی، **حسام الحرمین** از امام احمد رضا محدث بریلوی، **الصوارم الهندیه** از علامہ حشمت علی لکھنوی۔

مسئلہ بالکل شفاف ہے کہ جس کے بھی قول یا فعل سے کفر صادر ہو جائے اسکو کافر ماننا اور بتانا ضروریات دین اور تقاضائے ایمان سے ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ وہ خود توبہ اور تجدید ایمان نہ کرے وہ کسی کے مسلمان کہنے یا مسلمان لکھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایسی صورت میں جو انہیں مسلمان سمجھے گا اس کے ایمان کا طوطا خود اس کے ہاتھ سے اڑ جائے گا۔

اب سمجھ میں آیا کہ یہ مولانا کی فکر نہیں ان کے پیر صاحب کے افکار کی ترجمانی ہے۔ ابھی اپریل (۲۰۱۴) کے مہینے میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ایک متعلم نے انہیں پیر صاحب کے تین شعر مجھے سنائیے، سنکر میں غرق تعجب ہو گیا، آپ بھی سنیں گے تو حیرت کرینگے اور سوچ میں پڑ جائیں گے کہ انہیں توحید کہوں یا شرک؟ لیجئے کلیجہ تھام کر بیٹھئے اور شعر سنیئے !۔

سعید اللہ کے کہوں میں　　　　مرے پردے میں ہے تو یا الٰہی

عشق کی ابتداء بھی تو عشق کی انتہاء بھی تو
رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو

تجھکو خدا کہوں یا خدا کو خدا کہوں
دونوں ہیں ایک جیسے میں کس کو خدا کہوں

اگر اسی کا نام توحید ہے تو پھر بتایا جائے کہ شرک کس بلا کا نام ہے، انصاف یہ ہیکہ شرک کی کوئی ایسی تعریف ہو ہی نہیں سکتی جس سے یہ اشعار شریعت کی گرفت سے بچ جائیں، لوگ چلتے ہیں توحید کی دعوت دینے اور رفقہ سے لاعلمی کی وجہ کر شرک کی ظلمت میں پھنس جاتے ہیں، یہ وبال ہے مسلک اعلیٰ حضرت سے کنارہ کشی کرنے اور اس کو آنکھ دکھانے کا، مسلک اعلیٰ حضرت مینارہ ٔ نور وہدایت ہے، آئینہ حق وصداقت ہے، یہاں ہر راستہ صاف نظر آتا ہے ہر چہرہ نمایاں دکھتا ہے، یہ میزان شریعت ہے جو فکر وعمل اس میزان پر کھرا اتر جائے عندالشرع اسی کی قدر و قیمت ہے، وزن ہے، پوچھ ہے، ورنہ کھوٹے سکے کی طرح وجود ہے مگر کسی کام کا نہیں۔ آپ اس جملہ پر کیا تبصرہ کرینگے اور اس کو کس خانے میں رکھیں گے۔

''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کرینگے'' (ماہنامہ خضر راہ، الہ آباد۔ مئی ۲۰۱۳ء)

اگر آزاد خیالی کا یہی حال رہا تو پھر دین سے امان اٹھ جائے گا، اور اگر اتنی چھوٹ آپکے نزدیک ہے تو تسلیمہ نسرین، اور سلمان رشدی سے گلے مل لیجئے، اخوت قائم کر لیجئے، دیر کس بات کی ہے، ان بیچاروں نے کیا بگاڑا ہے، اور پھر تو جس کے جی میں جو آئے کفر کرے، شرک بلکہ آنجناب کے نزدیک سب اسلام ہی قرار پائے گا، مگر نہیں ایسے اسلام کو آج بھی غیور مسلمان دور سے سلام کر کے گزر جاتے ہیں۔ جب تک غیرت ایمانی زندہ سلامت ہے کفر و ایمان، توحید اور شرک، حق اور باطل میں فرق ہوتا رہیگا، لوگ سر بکف ہو کر حق بولتے اور ایمان بچاتے رہینگے۔ میاں حضور کی سرپرستی میں نکلنے والا ایک سالنامہ الاحسان اور ایک ماہنامہ خضر راہ کے تعلق سے ہو سکتا ہے کوئی یہ کہکر جان بچانے اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرے کہ رسالہ ہے کسی کا مضمون انجانے میں چھپ گیا ہوگا اس کی ذمہ داری میاں حضور پر کیوں؟۔ جیسا کہ مولانا ظفیر الدین برکاتی نے کنز الایمان مارچ ۲۰۱۵ء میں اس طرح سعی نامحمودی کی ہے اور خود ذیشان مصباحی نے نعمۃ الاسرار کے پیش لفظ میں اس کی صفائی دینے پر طومار باندھنے کی جد و جہد کی تو اس سلسلے میں اسی فکری کنبہ کے ایک فرد فرید مولانا ظفیر الدین برکاتی ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی بڑے ذوق اور شرح و بسط سے تحریر فرماتے ہیں۔ "الاحسان عربی، اردو کے مدیر میاں حضور کے بڑے صاحبزادے مولانا حسن سعید صفوی ازہری

ہیں۔جبکہ ماہنامہ خضرراہ کے مدیر ہیں شوکت علی سعیدی،اور جہانگیر حسن مصباحی،
اور سب کے سرپرست ونگراں وفکر ساز ہیں حضرت صوفی احسان اللہ چشتی صفوی،
میاں حضور (کنزالایمان مارچ ۱۵)

ان رسالوں میں کیسے کیسے مضامین ہوتے ہیں وہ رسالہ کیسے نظریئے کا آرگن
ہے،اور کس کس کے مضامین چھپتے ہیں اس تعلق سے پروفیسر اختر الواسع کا تبصرہ جو
الاحسان ۳ر پہ ہے،ماہنامہ جام نور دہلی، جون ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا ہے۔اسی
کو الاحسان ۴ر کے تبصرہ والے کالم میں بھی شامل کیا ہے،آپ کے ذوق سلیم کی
تسکین کے لئے پیش ہے ۔پڑھیے،غور کیجئے،نظریہ کی تعیین کیجئے اور بغیر کسی پس و
پیش کے حق فیصلہ کیجئے! پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

”اس رسالہ کی ایک نمایاں خوبی تو یہ ہے کہ خالص خانقاہی مزاج ،یعنی
وسیع المشربی اور کشادہ دلی کی زندہ تصویر ہے،اس میں نہ کسی خاص
مکتبہ فکر کی ترجمانی ہے،اور نہ کسی خاص گروہ کی اجارہ داری بلکہ اسکے
لکھنے والوں میں اتنا تنوع ہے کہ کسی رسالے کے لکھنے والوں میں اتنا
تنوع اور اتنی فکری جہت نہیں ملے گی ،اس میں مختلف مسالک اور مختلف
رجحانات کے نمائندہ اہل علم ودانش کی متوازن اور اچھی تحریریں ایک
جگہ مل جاتی ہیں“(کتابی سلسلہ الاحسان،۴ر الہ باد)

پروفیسر صاحب نے دیر کردی صاف کہہ دینا چاہئے تھا کہ وہ رسالہ ''چوں چوں کا مربہ ہے'' میں سمجھتا ہوں اس مجلے کے حق میں اس سے حقیقت افروز تبصرہ اور نہیں ہوسکتا، اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ پروفیسر صاحب جو خود مشکوک فی العقیدہ ہیں اس رسالہ کے پسندیدہ مضمون نگار ہیں، تنقیدی نظر ڈالئے اور نتیجہ نکالئے کہ وہ مجلّہ کس نظریہ وفکر کا ترجمان ہوگا، جس میں اتنی وسعت اور اتنا تنوع ہو کہ سب طرح کے مضامین، سب طرح کے حاملین نظریات کے شائع ہوتے ہوں، اس میں کسی خاص مکتبہ فکر کی ترجمانی نہیں ہو۔ وہ حلوہ اور گوبر کو ساتھ لیکر چلتا ہو، چلنے کا داعی ہے، آخر وہ کس نظریہ کا حامل ہے، سنی، وہابی، دیوبندی، مودودی، صلح کلی وہ کس خانے میں جا کر فٹ ہوگا، وہ اہلسنت کا رسالہ تو نہیں ہوسکتا کہ مذہب اہل سنت وجماعت میں علی الاتفاق نور وظلمت سب کو ایک ساتھ لے کر چلنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے، آخر وہ ہے کیا؟ کس نظریہ کا ترجمان ہم اسے گردانیں تو اس کنہہ تک پہنچنے کے لئے ذیل کا تبصرہ پڑھئے آپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائینگی۔ محترم پیر صاحب موصوف جب مصر کے دورے پر گئے تو جامعہ ازہر مصر بھی تشریف لے گئے جامعہ کے مختلف اساتذہ اور شیوخ سے ملاقات اور تبادلہ خیالات کا موقع ملا، شیخ محمد احمد الخذری نے پیر صاحب کے بارے میں جو اپنا تاثر پیش کیا ہے وہ راز نہاں کو عیاں کرتا ہے۔ وہ تاثر مختلف رسالوں میں چھپ چکا ہے، ہمارے سامنے ماہنامہ ''سنی دعوت اسلامی'' ممبئی،

اپریل ۲۰۱۳) کا شمارہ کھلا ہے، شیخ مصری تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں اہلسنت کا ایک طبقہ بہت متشدد ہے،

شیخ ابو سعید اعتدال و وسطیت کے نمائندہ ہیں''۔

شیخ مصری اشارے میں اہلسنت کے جس طبقے کو متشدد کہہ رہے ہیں، اسی کو عرف عام میں سنی بریلوی کہا جاتا ہے، الحمد للہ یہ تشدد ہی ہمارا فخر ہے، امتیاز ہے، اکابرینِ اہلسنت کا ورثہ ہے، اور شاہ ابو سعید کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ اعتدال اور وسطیت کے نمائندہ ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اس اہلسنت و جماعت جو صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین، بزرگانِ دین سلف صالحین اور مومنین کاملین سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے کے یہ نمائندہ نہیں ہیں اسلئے کہ وہ سب حضرات تو مسلکی نظریہ کے باب میں اشداء علی الکفار کے مظہر اتم رہے ہیں تو نتیجہ نکلا یہ کسی نئے مسلک، مسلک اعتدال کے نمائندہ اور پیروکار ہیں اور فرق یہ ہوا کہ مذہب اہلسنت و جماعت میں شدت ہے اور اس میں آزادی، یہ اس آزادی کی آواز ہے کہ کسی کو برا نہ کہو، یہاں تک کہ کافر کو بھی کافر نہ کہو، جب کہ مذہب اہلسنت و جماعت، نور کو نور کہنے اور ظلمت کو ظلمت کہنے کا علمبردار ہے، حلوہ کو حلوہ اور گوبر کو گوبر کہنے کا دعویدار ہے، تو واضح ہو گیا کہ جو حلوہ کو حلوہ اور گوبر کو گوبر کہے وہ اہلسنت و جماعت اور جو حلوہ اور گوبر دونوں کو ایک کر دے وہ مسلک اعتدال۔ سوال یہ

پیدا ہوتا ہے کہ ہندستان میں مسلک اہلسنت و جماعت کی نمائندگی کس نے کی، کس نے شدت کے ساتھ اپنے اسلاف کے نظریہ کو تھام کر اخلاف کو منتقل کیا، اس بارے میں غیروں کو بھی اعتراف ہے کہ یہ لوگ بریلی اور بدایوں کے حضرات تھے، سید سلیمان ندوی یوں اظہار حق کرتے ہیں۔ ’’شدت کے ساتھ جو فرقہ اپنی پرانی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہلسنت کہتا رہا، یہ زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے حضرات تھے‘‘۔ (حیاتِ شبلی، سید سلیمان ندوی۔ص:۴۶)

سید سلیمان ندوی کا یہ بیان آئینۂ حق نما ہے، کیا سمجھے آپ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ اپنی پرانی روش یعنی صحابہ وتابعین سے لیکر بزرگانِ دین تک اور بزرگانِ دین سے لے کر مومنین کاملین تک کے نقوش حیات وافکار ونظریات کے ماننے والے اور ان پر سختی سے چلنے والے جو لوگ ہیں وہ بریلی اور بدایوں کے اشخاص ہیں اور یہی لوگ اہلسنت و جماعت ہیں، معلوم ہوا شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہنا مذہب اہلسنت و جماعت کی پہچان ہے، اور یہی دین کی شان اور ملت کی جان ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ آزادخیالی، یہ جدت پسندی، یہ تقلید کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دینے کی ادا، یہ ہندوستان کے تمام سنی مسلمانوں سے الگ ہٹ کر قبلہ کی تلاش، آخر یہ جذبہ کہاں سے در آیا اور کیوں آیا؟ تو اس الجھن کی عقدہ کشائی

مولانا ذیشان مصباحی کے قلم سے یوں ہوتی ہے۔

''حضرت کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے،
کیوں کہ وہ ایک طرف جہاں تمام تر صوفیانہ روایات کے محافظ وامین ہیں،
تو دوسری طرف جب فقہ وافتاء کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ
بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں''۔ (نفحات الاسرار، ص ۶)

اور صفحہ ۱۱ پر ....''وہ حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں''

یہاں پر پہلی بات یہ کہنا چاہوں گا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
یقیناً ماضی کی ہماری قد آور اور موقر شخصیت ہیں تاہم ان کی حیات کا ایک
رخ یہ بھی ہے کہ آج تمام دیوبندی، تبلیغی اپنا فکری رشتہ انہیں سے جوڑتے
ہیں، آخر کچھ تو وجہ ہوگی، جبکہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے شریعت میں تمام
حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں اور طریقت میں تمام قادریوں،
چشتیوں، نقشبندیوں اور سہروردیوں کے مرکز ومرجع اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا محدث بریلوی ہیں، امام احمد رضا محدث بریلوی سے صرف نظر کر کے
شاہ ولی اللہ کو اپنا ماویٰ وملجا بنانا چہ معنی دارد؟، جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ کے
گرد ہر طرح کے لوگ ہیں اور امام احمد رضا کی ذات ایسی منارۂ شفافیت
ہے کہ اگر ان کا نام لکھ کر گھر کے دروازے پر آویزاں کر دیا جائے تو

بدعقیدگی وبدمذہبی اندرنہیں گھستی اورنسل محفوظ ہوجاتی ہے۔دوسری بات یہ کہ مقلد ہوکرتقلید پرتنقید، یہ تو ایسے ہی ہوگیا جیسے مسلمان ہوکراسلام پر تنقید، مومن ہوکرایمان پرتنقید، کیاکسی مقلد کوبحیثیت مقلد تقلید پرتنقید کی اجازت ہے؟اوراس اندازفکر کاڈانڈاانسان کوکس سے جوڑتااورکس سے توڑتا ہے۔؟

کاش کہ ایسے لوگ تنہائی میں ٹھنڈے دل سے اس پرغورکرتے۔

انسان جورہے کھلی کتاب کی طرح رہے،شک و ارتیاب کے گرداب میں رہنا اوردوسروں کورکھنا کہاں کی دانشمندی ہے۔اسلام جیسے بےغبار مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

”میاں حضورکےاس نزاع آفریں،تقلید پاش جملہ”جب سب ائمہ کوحق پر جانتے ہوتوسب کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟۔اگرسب کی تقلیدنہیں کرتے تو یہ نفاق خفی (خفیہ منافقت)ہے“۔ (ماہنامہ جام نوردہلی،اپریل ۲۰۱۲ء)

اس جملہ پرمولاناخالدعلی شمسی کایہ تبصرہ زمینی حقائق سےلبریزاوربڑاچشم کشاہے:

”------میراخیال ہےپیرصاحب کی ایسی صریح گمراہ کن تحقیق پران کےکرائے کےپہلوان مولوی بھی دم بخودہونگے کہ پیرصاحب کوحکم شرعی سےکیسے بچائیں،اورنفاق خفی کےالزام بےلگام سےہملوگ کیسے بچیں،

اس لئے کہ پہلوان حضرات کے سلسلے میں ابھی تک یہی خبر ہے کہ وہ امام اعظم کے مقلد ہیں ،اگر پیر صاحب کی تحقیق سے تقلید شخصی کا قلادہ اتار دیا ہو تو اظہار میں کیا عار ہے؟ مذکورہ بیان میں پیر صاحب نے تقلید شخصی جس پر تقریباً بارہ سو سال سے پا کانِ امت اور اساطین ملت کا اجماع ہے۔ اس کو رد کر کے غیر مقلدیت کا دروازہ کھول دیا اور نہایت دیدہ دلیری سے تقلید شخصی کو نفاق خفی سے تعبیر فرمایا۔ پیر صاحب کے ساتھ شریک بزم نوشا نوش ہونے والے ،اور یا علی یا حسین کی طرز پر ان کا تعزیہ ڈھونے والے درج ذیل دو سوالوں کا جواب عنایت کریں۔

ا----اجماع کے منکر کا شریعت میں کیا حکم ہے۔؟

۲------جو ساری امت کو نفاق خفی میں مبتلا بتائے ۔اس پر شریعت کیا حکم ارشاد فرماتی ہے۔؟

امام قاضی عیاض مالکی شفا شریف میں ارشاد فرمائے ہیں: کذالک نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة و تکفیر جمیع الصحابة. ترجمہ: یوں ہی ہم یقین کرتے ہیں اس کی تکفیر پر جو ایسی بات کہے جس سے تمام صحابہ، خواہ ساری امت مرحومہ کافر و گمراہ ٹھہرے"۔ اب پیر صاحب سے سوال ہے کہ وہ کسی ایک

وقت کی نماز پڑھ کر بتائیں کہ نماز میں سب ائمہ کی تقلید کیسے کرتے ہیں؟
اور ائمہ اربعہ کے احکام شرعی کے مطابق نکاح کیسے پڑھتے اور پڑھاتے
ہیں۔؟ جس سے سب ائمہ کے مسلک پر عمل ہو جاتا ہو۔

پیر صاحب سے گذارش ہے کہ وہ اپنے وہم کا علاج چاہتے ہیں تو علمائے
اہلسنت کی طرف رجوع کریں، انہیں یہ نکتہ آسانی سے سمجھ میں آجائیگا کہ
.... ''ائمہ اربعہ کے مسلک کا حق ہونا اور ہے،
.... ''اوران میں کسی ایک کی تقلید کی حکمت اور ہے،

پیر صاحب اور ان کے کاسہ لیسوں کی تحقیق کے تناظر میں عرض ہے۔

ع .... ''ایسے مضموں سے تو بہتر تھا کہ چھپر باندھتے

(رضوی تعاقب، ص۵۲ تا ۵۴، ناشر تحریک مسلک اعلیٰ حضرت، کلیر، ضلع ارول، بہار)

مبہم، مخلوط، غیر واضح اور گول مول نظریئے کیلئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے
اسلام صاف وشفاف نظریئے کا حامل ہے اور ہر معاملے میں شفافیت ہی کی دعوت
دیتا ہے۔ احسان ہے ہمارے بزرگوں کا کہ انہوں نے شدت برتی اور شدت برت
کر اسلام کو ہر بدعت وفکرِ ظلمت سے محفوظ رکھا، اگر انہوں نے شدت نہ برتی ہوتی،
آزاد چھوڑ دیا ہوتا تو یار لوگوں نے دین کا چہرہ مسخ کر دیا ہوتا، حلیہ بگاڑ دیا ہوتا، آج
دین اسلام اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں ہمارے سامنے موجود نہ ہوتا، یہ شدت ہی کی

برکت ہے کہ تقریباً ساڑھے چودہ سو برس سے تاریخی تسلسل کے ساتھ دین اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور جگمگا رہا ہے، آج بھی اگر ڈھیل دے دی جائے تو نہ جانے کتنے جدت طراز پیر جنم لے لینگے، اور بالکل نیا دین نیا اسلام بنا کر چھوڑ دینگے جس کا کوئی تعلق پرانی روش سے نہیں ہوگا۔ یادرہے کہ ہمارے اسلاف کا روشن طریقہ یہی ہے کہ قدیم افکار پر شدت کے ساتھ قائم رہا جائے تا کہ کسی جدید یئے کو گھس پیٹھ کا موقع نہ مل سکے، جبھی تو مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ ہے کہ:۔

"دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے

ملحدوں کی کیا مروت کیجئے"

تعجب ہے کہ ایک کافر بھی کھل کے کہتا ہے کہ میں کافر ہوں، عیسائی، یہودی کھل کے اپنا مشن پھیلا رہے ہیں اور ہم مسلمانوں میں کچھ مخصوص لوگ ہیں جو چلمن سے لگے بیٹھے ہیں، صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔ ایسے لوگ اگر کوئی علمی ادبی کام کرتے ہیں تو ان کا کام بھی دورخی ہی نہیں اب تو سہ رخی اور چہاررخی پالیسی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اسلام ایسے نظریہ کو تقیہ بازی کا نام دیتا ہے، جو سراسر حرام ہے، یہ رافضیوں، وہابیوں، دیوبندیوں کا تو شیوہ رہا ہے سنیوں کا دامن الحمدللہ اس سے پاک ہے۔ چونکہ سنیت ملاوٹ برداشت نہیں کرتی ہے، دہلی سے ایک رسالہ "دین ودنیا" کے نام سے نکلتا تھا،، پتہ نہیں اب نکلتا ہے کہ نہیں، اس کے

ایڈیٹر مفتی شوکت علی فہمی تھے، جو حال ان کا تھا وہی حال انکے رسالے کا تھا، وہی تذبذب کی کیفیت، وہی صلح کلیت، کبھی کھل کے وہ سامنے آئے ہی نہیں، حضور امین شریعت کی نظر سے بھی وہ رسالہ کبھی کبھی گزرتا تھا، اس رسالہ پر حضرت کا تنقیدی تیور دیکھنے کے لائق ہے حضرت تحریر فرماتے ہیں،

''ہم رسالہ دین دنیا کے خریدار تو نہیں ہیں لیکن ہمارے بعض احباب جو فہمی صاحب کے رسالہ کے متعلق خوش فہمی میں مبتلا ہیں اور اسے منگاتے ہیں ان سے مانگ کر پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے، ہماری نظر سے اب تک نہیں گزرا کہ انہوں نے اپنے عقیدے کا کہیں کھل کر اظہار کیا ہو، اور اگر ایسا کسی کی نظر سے گزرا ہے تو مہربانی کر کے بتایئے ہم اپنے الفاظ واپس لے لینگے، ہم نے تو یہی دیکھا ہے کہ آنجناب لفظ مسلمان سے کہیں آگے نہیں بڑھے، اور یہ سب جانتے ہیں کہ قادیانی بھی اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں رافضی بھی مسلمان کہتے ہیں، نیچری وغیر مقلد بھی مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں، اور وہ بھی جو اپنے آپ کو سب سے بڑا موحد جانتے اور اپنے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں گردانتے، اور اتفاق سے آپ کے دہلی کے قریب بریلی سے دور اس رسوائے زمانہ بستی میں آباد نہیں بلکہ قید و بند میں ہیں، جسے بریلی کی ضد کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، بالکل اس طرح جیسے دن کی ضد رات، نور کی ضد ظلمت، اور اجالے کی ضد اندھیرا، اور پھر ان ضدیوں کا

طریقۂ کار ہمیشہ تقیہ بازی رہا جس کا سبب انکے حکیم الامت دوران قیام کانپور بہت پہلے پڑھا گئے ہیں، اصل عبارت ملاحظہ ہو: ”میں نے (اشرف علی) نے دیکھا کہ وہاں، یعنی کانپور میں بدون شرکت ان مجالس میلاد کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا انکار کرنے پر وہابی کہہ دیا، درپے توہین وتذلیل ہو گئے (پھر کچھ آگے بڑھ کر لکھتے ہیں) بہر حال میں نے وہاں بدون شرکت میلاد، قیام کرنا قریب محال دیکھا، اور منظور تھا وہاں رہنا کیوں کہ منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے“ لے (سیف یمانی، ص۴۳ر مولوی منظور احمد سنبھلی)

ناظرین نے مطلب سمجھ لیا ہوگا کہ حکیم الامت تنخواہ کے چند ٹکوں کی لالچ میں آ کر کافی عرصہ تک سنی بن کر سنیوں کو فریب دیتے اور اپنے عقائد باطلہ پہ پردہ ڈال کر اپنے جاننے والوں کو تقیہ بازی کا گر سکھاتے رہے، تو کہیں فہمی صاحب پر بھی ان کا چھاپا تو نہیں پڑ گیا جو عقیدہ کی بات ہی نہیں کرتے کہ ایڈیٹر کا عقیدہ ظاہر ہو گیا، تو آج جو سینکڑوں سنی مسلمان آپکا رسالہ پڑھتے ہیں وہ پڑھنا چھوڑ دینگے پھر تجارت نہ چمکے گی، اسے فروغ نہ حاصل ہو سکے گا، دوکانداری ٹھپ ہو جائے گی، یہ ہے فہمی صاحب کی فہم وفراست کا شاہکار۔ (مضامین امین شریعت، ص.)

کہیں ماہنامہ خضر راہ اور کتابی سلسلہ الاحسان کا بھی یہی حال اور خیال تو نہیں ہے؟ کہیں ان پر بھی فہمی صاحب کی فہم وفراست کا سایہ تو نہیں پڑ گیا ہے۔!

''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''؟

ہاں تو میں بہت دور نکل آیا بات چل رہی تھی خانوادہ بریلی کی دینی خدمات کی خاص طور پر ذکر ہورہا تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلی کی نادر ونایاب سیرت وشخصیت اور انکے علمی اور عملی کمالات کا، چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کا جو سیاسی اور مذہبی ماحول بن گیا تھا اور اسکے زیر اثر آزاد خیالی کا جیسا دہانہ کھل گیا تھا اس کی روک تھام کیلئے جیسے مرد مومن مرد آہن کی ضرورت تھی خدائے قادر وقدیر نے امام احمد رضا خان کو ان تمام اوصاف وجواہر محاسن ومعارف سے لیس کردیا تھا سب سے خطرناک فرقہ فرقہ وہابیت تھا، انگریزوں کے دست بلاخیز سے اس کی کاشت ہونے کی وجہ سے وہ ام الامراض بنا ہوا تھا، اس کی تحریک کا بالراست نشانہ مذہب اہلسنت وجماعت تھا، یہ پہلا اتفاق تھا کہ وہابیت کے فکرو اعتقاد سے ہندوستانی فضا آشنا اور متاثر ہورہی تھی جبکہ ہندوستان کی حقیقی مذہبی تاریخ یہ ہے کہ ۱۸۲۵ء تک ہندوستان میں صرف دو فرقہ تھا سنی اور شیعہ اور یہ شیعہ فرقہ بھی ہمایوں بادشاہ کے دور سے اس کی اپنی مطلب براری، مفاد پرستی کی وجہ سے ایران سے یہاں در آیا، ورنہ اس کا نام ونشان یہاں نہیں تھا صرف ایک اہلسنت وجماعت کا شامیانہ اس اُور سے اُس چھور تک تنا ہوا تھا، ہمایوں کے بعد جب اکبر بادشاہ کا دور آیا تو اس نے چاروں بڑے مذاہب کا ملغوبہ دین الٰہی کے نام سے تیار کیا، یعنی صلح کلیت کی

اس نے بنیاد ڈال دی اور اسکی توسیع وتشہیر کے لئے شاہی خزانہ کا منہ کھول دیا، جس کی وجہ سے مذہبی تصلب کو بہت دھچکا لگا، آزاد مزاجی ،آزادروی کا مزاج بن گیا جس کے مضر اثرات اور بھیانک نتائج سامنے آئے ،رحمت ونور کی صدا بارش ہو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تربت مبارک پر کہ یہ بوریہ نشین، دلق پوش صاحبان مصائب وآلام کی پرواہ کئے بغیر دین اسلام کی محبت میں پورے ایمانی جوش وولولہ کے ساتھ شاہی نظریئے سے ٹکرا گئے اور اس شدت جذبات کے ساتھ مقابلہ آرا ہوئے کہ حق کے سامنے باطل کو رسوا ہونا پڑا ،دین الہی کی چولیں ہل گئیں،اور جہانگیر بادشاہ کا دور آتے آتے پھر سنیت کا بول بالا ہو گیا،تاہم صلح کلیت کی جو بنیاد اکبر کے دور میں پڑ گئی تھی وہ بھی اندر اندر اپنا کام کرتی رہی،۱۸۲۴ء میں اسی صلح کلیت کے بطن سے وہابیت نے جنم لیا۔۱۸۵۶ء کے بعد جب اعلیٰ حضرت کا دور آیا اس وقت تک انگریزوں کی سرپرستی میں دور دور تک وہابیت کی تشہیر ہو چکی تھی ،رنگ برنگ چولے میں یہ نوزائدہ فرقہ رنگ جمانے میں مصروف تھا،ہندوستان میں یہ تیسرا فرقہ تھا جو ۱۸۲۴ء میں پیدا ہوا پھر اسی منحوس فرقہ کے چھتر چھایا میں ۱۸۵۶ء کے بعد دیوبندیت نے آنکھ کھولی،اس نئے فرقے نے حفظ الایمان (مولانا اشرف علی تھانوی) تحذیر الناس (مولانا قاسم نانوتوی) براہین قاطعہ (مولانا رشید احمد گنگوہی)

کے ذریعہ شان رسالت میں ایسی بکواس کی کہ ہندوستان کا ہر سنی مسلمان تڑپ تڑپ اٹھا، ایسے میں پھر ضرورت محسوس ہوئی کسی علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شیخ عبدالحق اور امام ربانی کی کہ پروردگار عالم نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے ان تمام اکابر اہلسنت کے محاسن و معارف کا پیکر بنا کر امام احمد رضا کے ہاتھ میں علم وقلم کی تلوار و ہتھیار دے دی، آپ نے خلاف اسلام نظریہ خلاف اسلام فرقہ، اور خلاف اہلسنت و جماعت ہر گروہ کی وہ علمی خبر لی کہ ہر چہار جانب دھوم مچ گئیں۔ خدا نے آپکو علم ایسا محکم و مستحکم دیا تھا کہ دارالعلوم دیوبند کے سینئر اساتذہ کو ماننا پڑا کہ "ہم لوگ علم کی جستجو میں رہتے ہیں جب کہ اعلحضرت فاضل بریلوی کو علم خود تلاش کرتا تھا، ان کی علمی تحقیقات سب پر بھاری ہیں، وہ واقعی علم وفن کا سمندر تھے، اور ہملوگ تو محض قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، جولائی ۲۰۱۴ء)

اسی خداداد علمی رسوخ و وثوق کے بل بوتے آپ نے اکابر دیوبند کی ایمانی خیانت کی شرعی گرفت کی، کتاب کے مضمرات پر گفت و شنید کی کوشش فرمائی، اس انتظار میں سولہ سال گذر گئے کہ وہ لوگ فہمائش کی میز پر اب آئینگے تب آئینگے مگر جب نہیں آئے تو وہی شرعی حکم جو کبھی علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی پر نافذ فرمایا تھا اب انکی فکری ذریت پر آپ نے صادر فرمایا، تاریخی حقائق

سے جاہل ،عذاب آخرت سے غافل ،شرم نبی اور خوف خدا سے بے پرواہ لوگ سراسر جھوٹ بولتے ہیں کہ جھگڑا مولانا احمد رضا کالگایا ہوا ہے، جبکہ سچائی یہی ہے کہ جب اکابر علمائے دیوبند کی توہین رسول پرمبنی کتابیں مارکیٹ میں آئیں جس سے ملک کی مذہبی سماجی فضا بے چین ہوگئی تو لوگوں نے جب ایسے مولویوں اور گستاخانہ عبارت پر آپ سے لگاتار استفتاء کیے تو آپ نے عظمت مصطفےٰ کے تحفظ اور لوگوں کے دین و ایمان کی بقاء کیلئے قلم اٹھایا اور وہی کہا جو اس طرح کے معاملے میں آپ کے اکابر پہلے کہہ چکے تھے ،مولانا احمد رضا نے اختلاف کیا اور ضرور کیا مگر ان مولویوں سے کیا جو رسول پاک کی عظمت وشان سے اختلاف کر چکے تھے۔

جب رسول دشمنی پرمبنی کتابیں مارکیٹ میں آئیں جس سے ملک کی مذہبی سماجی فضا بے چین ہوگئی تو ایک وفاداراُمتی ہونے کے ناطے ان کی نقاب کشائی آپ پر فرض ہوگئی تھی۔ بڑی سچی بات کہی ہے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ نے۔

”قابل اعتراض عبارات پر اعلیٰ حضرت کی شرعی گرفت کے باوجود علمائے دیوبند نے اپنے اقوال کفریہ سے توبہ نہیں کیا تھا جس کے سبب دونوں گروہوں (سنی اور دیوبندی) میں اختلاف کی خلیج وسیع ہوتی چلی گئی ، جسے اب قیامت تک پاٹا نہیں جاسکتا۔“ (مصدر سابق)

کاش کہ علمائے دیوبند نے مولانا احمد رضا کا مشورہ قبول کرتے ہوئے

اپنے اقوال سے رجوع اور گستاخی سے توبہ کرلیا ہوتا تو اتحاد اسطرح پارہ پارہ نہیں ہوتا، پوری ملت ایک سنیت کے پلیٹ فارم پر جمع رہتی ،مگر اپنی انا کے لئے اتحاد کو فنا کرنے کی جیسی نادان کوشش ان لوگوں نے کی تاریخ کبھی انہیں معاف نہیں کرے گی ،اور قیامت تک اختلاف کے ناسور سے پھوٹنے والا تعفن ان لوگوں کا تعاقب کرتا رہے گا۔اپنے زمانے میں اتحاد کے سب سے بڑے داعی کا نام امام احمد رضا ہے جب عقیدہ ومذہب کے سمندر میں لہریں اٹھ رہی تھیں لوگ مضطربانہ سمت ومنزل کی تلاش میں تھے ایسے میں وہ صرف امام احمد رضا تھے جو اپنے اسلاف کی پرانی روش میں ڈوب کرڈٹ کر تحفظانہ کوشش میں لگ کر ہمدردی کا جام لئے سب کو ایک عظمت مصطفےٰ کی دہلیز پر جمع کررہے تھے، انکا کہنا تھا کہ کلمہ کے نام پر اس وقت مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہوگا اگر ہوگا تو تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ہوگا، ہاں اتحاد اگر ہوگا تو صرف عظمت مصطفےٰ کی بنیاد پر ہوگا اور یہی اتحاد مضبوط وکامیاب اور بامراد اتحاد ہوگا۔تحفظ شانِ رسالت کے حوالے سے آپ کی اس بیباکانہ سعی اور مجاہدانہ کدو کاوش کے نتیجے میں مذہب اہلسنت وجماعت کی لرزتی ،لڑکھڑاتی دیوار کو قرار مل گیا ،جس کو ادھر جانا تھا چلے گئے بقیہ کل کے کل اہل سنت وجماعت کے پرچم تلے جمع ہوگئے ،جس شدت سے اہلسنت سے بیگانہ کرنے کی تحریک چل رہی تھی اسی شدت سے لوگوں نے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی تحریک چلائی ،

مبارک کوشش تھی فرد سے جماعت تک اس کا فیض پہنچا، آج بھی مذہب اہلسنت کے فیض سے وہی مستفیض ہوتا ہے جس میں پہلوں کی وہی شدت جاگزیں ہوتی ہے، جس شدت کی لوگ دہائی دیتے ہیں یہ شدت رحمت ہے، نعمت ہے عنایت ہے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ جہاں شدت ہٹی صلح کلیت آدبوچ لیتی ہے، اپنے عقیدہ و ایمان پر اولوالعزمی، مضبوطی اور ثابت قدمی کیسی چاہیے، اور پیغام رضا کی محبت کس طرح لوگوں کی روح میں سرایت کئے ہوئے ہونی چاہئے۔ پیش ہے مسلکی تصلب کے حوالے سے صرف دو مثالیں۔

(۱)

خواجہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین اور مقبول ملت حضرت مولانا مقبول احمد نے بریلی شریف کی تدریس کے زمانے میں دار العلوم دیوبند دیکھنے اور وہاں کے اندرونی حالات کا مشاہدہ کرنے کا پروگرام بنایا، ان حضرات نے وہاں پہنچ کر کیا دیکھا، اور کیا کیا سنا حاضر ہے۔ اس کا صرف ایک اقتباس:

”مدرسے کی عمارت کے ”باب الخارج“ سے بیت الخلا کے لئے ایک راستہ نکلتا تھا چلتے چلتے اچانک حضرت مقبول ملت کی نظر اسکی ایک دیوار پر پڑی جو ہلکی سی ٹیڑھی تھی، فوراً آپ نے پوچھ دیا کہ یہ دیوار سیدھی کیوں نہیں ہے؟ پہلے تو اسے لوگوں نے ٹالنے کی کوشش کی پھر بولے ”باب الخارج سے متصل

دس ڈسمل زمین ایک بریلوی مکتب فکر والے صاحب کی ہے جو سپریم کورٹ دہلی میں وکالت کرتے ہیں، دیوار کے سیدھی ہونے کی ایک ہی صورت تھی کہ وکیل صاحب کی زمین پر اسے قائم کیا جائے، انہیں زمین فروختگی کی پیشکش کی گئی تو وہ راضی نہیں ہوئے، نیز خلاف ورزی کرنے پر عدالت عالیہ کی کاروائی کی دھمکی دے ڈالی، جب انہیں زمیں بیچنے پر کسی طرح منا نہیں سکے تو بالآخر اسوقت کے وزیر اعظم سے مدد کی درخواست کی گئی وہ بذریعہ ہوائی جہاز دیو بند بلوائے گئے۔ وکیل صاحب بھی وقت مقررہ پر وہاں حاضر ہوئے ،اس قطعۂ زمین کی قیمت نولاکھ روپئے طے ہوئی ،مگر چونکہ وہ بہت پکے بریلوی تھے اسلئے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا، اور بولے کہ ہم زمین دیو بند کو نہیں دے سکتے ورنہ ہمارا ایمان ختم ہوجائے گا، ابھی تک وہ زمین یوں ہی پڑی ہے اور اس طرح یہ دیوار عیب کجی کو جھیلنے پر مجبور ہے"۔ (ماہنامہ اشرفیہ،مبارک پور، جولائی ۲۰۱۲ء)

(۲)

ریاست کرناٹک میں ایک شہر ہے "بالے ہنور" جو پہاڑ کے دامن کوہسار کے آنگن میں بسا ہے، وہاں کی جامع مسجد دور سے دیکھنے میں پہاڑ کے سر کا تاج معلوم ہوتی ہے ،اس مسجد کے متولی تھے الحاج منور حسین صاحب مرحوم ،موصوف نہ بریلی شہر کے رہنے والے تھے اور نہ ہی بریلی کے مرید ،مگر پھر بھی مسلک اعلیٰ حضرت

پر ایسی استقامت کہ اپنی کوششوں سے انہوں نے اپنے دیار وجوار کو ثانی بریلی بنا کر رکھا تھا۔ خورد وکلاں سب عقائد سے معمولات تک مسلک اعلیٰ حضرت کے نور سے منور نظر آتے تھے، الحاج منور حسین صاحب اپنی والدہ کو لیکر حج کے لئے تشریف لے گئے، وہاں مسجد نبوی شریف میں جو عورتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس میں ان کی والدہ کو بیٹھنے اور بدعقیدہ مبلغہ کا وعظ ونصیحت سننے کا بار بار موقع ملتا رہا رفتہ رفتہ مذہب اہلسنت کی محبت ان کے دل سے نکلتی چلی گئی، اور اب وہ جماعتِ اسلامی (مودودی جماعت) کا گن گانے لگی، محترم مرحوم الحاج منور حسین صاحب سخت پریشان کہ یہ کیا ہو گیا آئے تھے ایمان کے دستاویز پر بارگاہ رسول مقبول ﷺ سے مہر لگوانے کے لئے یہاں تو والدہ کے ایمان کا ہی صفایا ہو گیا، وطن واپسی پر بھی انہوں نے والدہ کو بہت سمجھایا اور تاحین حیات سمجھایا مگر ایسی پڑیا شیطان نے چٹا دی تھی کہ ہر کوشش ناکام ہو گئی، جب ان کے مرنے کا وقت ہوا تو موصوف حاجی صاحب نے یہاں تک کہا کہ ماں میرے کان میں توبہ کرلو، کلمہ پڑھ لو تا کہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھ سکوں آپ کے لئے دعائے مغفرت کر سکوں مگر وہ اپنی ضد پر اڑی رہی، اسی لئے ہمارے فقہاء نے بد مذہبوں کے جلسے میں جانا بد عقیدوں کا وعظ سننا عام آدمی کے لئے حرام فرمایا ہے، آخر اسی حال میں اس کی موت ہو گئی، بعد موت حاجی صاحب نے جماعت اسلامی (مودودی) کے دفتر میں فون کیا

کہ تمہارے دھرم کی ایک عورت کی لاش رکھی ہے، اٹھا کر لے جاؤ، اس خبر پر محلّہ پڑوس والوں نے خویش واقربا نے، دور ونزدیک کے رشتہ داروں نے غم وغصہ کی ملی جلی کیفیت کا اظہار بھی کیا مگر حاجی صاحب کا جواب تھا، جو عورت نبی کی وفادار نہیں وہ میری ماں کیسے ہوسکتی ہے۔ سارے رشتے ناطوں کی بنیاد محبت رسول پر ہے، آخر وہ لوگ آئے اور لاش اٹھا کر لے گئے، یہ ہے نبی کی سچی محبت اور یہ ہے سچا ایمان اور یہ ہے مسلکِ اعلیٰ حضرت پر عمل کا پکا ثبوت، اس واقعہ سے وہ لوگ اپنا اعتقادی قبلہ درست کریں اور درس عبرت پکڑیں جو سب کو برابر سمجھتے ہیں جو سب کی نماز پڑھتے ہیں اور سب کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، جو بے ایمان اور ایمان دار، وفادار اور غدار، خوش عقیدہ اور بدعقیدہ سنی اور دیوبندی سب سے مل جل کر رہنے کی بات کرتے ہیں ایسے لوگ خود دھوکے میں ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکے میں ڈال رہے ہیں، کاش لوگ اس سچے عاشق مصطفےٰ امام احمد رضا کے درد دل اور سوز دروں کی کیفیت کو سمجھتے، ان کے افکار صادقہ کے آئینے میں اپنے فکروخیال کی تصویر دیکھتے تو فریب فکروعمل کا شکار نہیں ہوتے، امام احمد رضا کے حریم دل میں اس شدت کے ساتھ عشق مصطفےٰ جلوہ گزیں ہو چکا تھا کہ ان کے محراب علم اور منبر عمل سے نبی نبی کی صداءِ دلنواز آتی تھی، جسکی تنویر آپ کی تصنیف وتالیف تحریر وتقریر سے ہر وقت آج بھی جھلک رہی ہے، پوری دنیا میں جہاں جہاں آپکے حب

رسول ﷺ کا اجالا پہنچا، آپکے مسلک کی تجلی پہونچی، اپنے نبی سے محبت کرنے والوں نے نشان منزل مقصود سمجھ کر گلے سے لگایا، جس شہر نے ایسا کیا وہ شہر بچ گیا۔ جس محلے نے ایسا کیا وہ محلّہ بچ گیا، جس خاندان نے ایسا کیا وہ خاندان بچ گیا۔ اور جس فرد نے ایسا کیا وہ فرد بچ گیا۔ اور اب تک یہ سلسلہ الحمدللہ اسی شان یقین واطمینان سے جاری ہے۔ اور جہاں جہاں جاری ہے وہاں سنیت کی چکاچوند ہے ورنہ تذبذب کی ظلمت، صلح کلیت کا اندھیرا...امام احمد رضا کے جذبۂ اخلاص اور ولولہ ایثار کا براہ راست فیضان سب سے پہلے آپ کے خاندان کو پہنچا، اب جب کہ آپ کی وفات حسرت آیات کو تقریباً ۱۰۰ سال ہو چکے ہیں مگر اب تک پورے خاندان میں امام احمد رضا کا تصلب امام احمد رضا کا تشخص پورے جمال وکمال کے ساتھ موجود ہے۔ ورنہ اچھے اچھے نامور خاندان کی مثال سامنے ہے کہ ایک نسل بھی نہیں گزری کہ حالات وخیالات بدل گئے، یوں تو خانوادہ رضا کا ہر ذرہ آفتاب و مہتاب ہے تاہم ان میں موجود دو شخصیتیں اس وقت اہلسنت کا سرمایہ اور انگشتری ملت کا قیمتی نگینہ ہیں۔ ایک تو حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری، جنکی دینی صلابت شریعت پر استقامت جگ ظاہر ہے مشہور شاعر اہلسنت جناب حیرت گونڈوی جو حضرت شیخ الاسلام مدنی میاں صاحب کے بھی بہت قریبی ہیں نے نجی مجلس میں بیان فرمایا کہ اپنی مخصوص نشست میں حضرت شیخ الاسلام نے بیان فرمایا

کہ علامہ ازہری میاں کی استقامت علی الشریعت نے ان کو تاج الشریعہ بنا دیا، میں یہ عرض کروں کہ جب دنیا میں نمرودیت پھیلی تھی تو خدا نے اپنا دین بچایا حضرت خلیل اللہ کے ذریعہ، جب دنیا میں فرعونیت پھیلی تھی تو خدا نے اپنا دین بچایا حضرت کلیم اللہ کے ذریعہ، جب دنیا میں بوجہلیت وبولہبیت پھیلی تھی تو خدا نے اپنا دین بچایا سید الانبیاء کے ذریعہ۔ جب دنیا میں یزیدیت پھیلی تھی تو خدا نے اپنا دین بچایا سید الشہدا کے ذریعہ، علیٰ ھذ القیاس جب دنیا میں وہابیت اور دیوبندیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا امام احمد رضا خاں کے ذریعہ، جب دنیا میں لاقانونیت پھیلی تو خدا نے اپنا دین بچایا مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں کے ذریعہ اور آج جب دنیا میں صلح کلیت پھیل رہی ہے تو خدا اپنا دین بچا رہا ہے حضرت تاج الشریعہ کے ذریعہ.....اور دوسرے نمبر پر حضور امین شریعت، پیر طریقت علامہ الشاہ سبطین رضا خانصاحب ہیں جو اس وقت خاندان میں عمر میں سب سے بڑھکر ہیں، آپ نصف صدی سے بھی زیادہ عرصے سے موجودہ چھتیس گڈھ کے جنگل کو اپنے وجود مسعود سے منگل بنائے ہوئے ہیں، ۸۷/سالہ واں دور حیات سے گزر رہے ہیں، بہت ہی نحیف وضعیف ہیں، وہیل چیر پر اندر سے باہر کسی کے سہارے تشریف لاتے ہیں۔ اس عمر میں بھی چہرے پر وہی نور آنکھوں میں وہی سرور، پیشانی پر وہی بشاشت، صبح ومساء دور دراز سے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا ہے سب سے ملتے ہیں، دعائیں

دیتے ہیں بلائیں لیتے ہیں، اپنے عرصہ حیات میں سب سے بڑا کام آپ نے یہ کیا کہ لوگوں کی فطرت میں مسلک اعلیٰ حضرت کی محبت ڈال دی ہے، پوری ریاست آپ کے اس احسان کو یاد کرتی اور پروانوں کی طرح منڈلاتی ہے، آپ نے تقریر سے تحریر سے وعظ سے نصیحت سے اور ضرورت پڑی تو خط و کتابت سے بدعقیدگی اور بدعملی کی بنجر زمین پر خوش عقیدگی اور خوش عملی کا گلاب کھلا دیا، روح دین، روح اسلام اور روح ایمان سے لوگوں کو آشنا کیا، وہ موبائل کا دور نہیں کسی ضروری کام کے لئے آنے جانے یا خط و کتابت کرنے کا دور تھا، تنہا آپ کی ذات تھی اور پوری ریاست کی ضرورت و توجہ اس طرح سینکڑوں لوگوں سے آپ کی مکاتبت تھی، دور دراز والوں سے رابطہ اور کسی اہم معاملہ کیلئے خط ہی ایک ذریعہ تھا اور بہترین ذریعہ تھا، آج موبائل کے دور میں جب خط و کتابت کا سلسلہ موقوف ہو گیا ہے۔ اب اسکی اہمیت سمجھ میں آتی ہے، ہوتا کیا تھا خط سے، بہت سے علمی، ادبی، تاریخی اور مذہبی ضروری معلومات کا ذخیرہ ہاتھ آتا تھا، اس ہوائی دور میں باتیں بھی ہوا ہوتی جا رہی ہیں، کچھ ثبوت نہیں رہتا کہ کس نے کیا؟ کہاں، کب اور کیوں فون کیا تھا، جبکہ خطوط محفوظ رہتے تھے اور اہم مواقع پہ کام آتے تھے، اس سے بہت سے اسرار کی نقاب کشائی ہوتی تھی، نامعلوم حقیقتیں معلومات کے اجالے میں آتی تھیں، علماء اس سے دینی علوم، فقہا فقہی رموز، صوفیاء راز تصوف کی اشاعت کرتے تھے،

مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی ،مکتوبات صدی دوصدی مخدوم جہاں
حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیری ، بہار شریف اور خود اعلیٰ حضرت کے خطوط
کلیات مکاتیب رضا ۲ جلدیں ،خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا ۲ جلدیں یہ سارے
بڑے انقلابی اور دستاویزی خطوط ہیں جب سے لیکر ابتک اسکی اہمیت وتاثیری قوت
جوں کی توں برقرار ہے ،حرارت عمل ،تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ کے لئے جیسے اس
وقت ان کی ضرورت تھی آج بھی ہے ،حضور امین شریعت نے بھی ہزاروں خطوط لکھے
مگر افسوس کہ اسکے جمع وترتیب کا کام اب تک نہیں ہوسکا ، بہت سے ضائع ہو چکے،
خود میرے نام کئی ایک خطوط تھے جو تلاش کرنے پر میری پرانی فائل میں مل سکتے ہیں
مگر اس وقت میں فائل سے دور ہوں ،حضرت کے مکتوب الیہم میں ایک معتبر نام
جناب عمر حیات خان صاحب رضوی (کونڈا گاؤں چھتیس گڈھ) کا ہے ، آپ حضرت
کے بڑے معتمد مرید ہیں کہ تحریک تحفظ سنیت میں حضرت کے ساتھ ساتھ رہے ہیں،
اچھے پڑھے لکھے چلبلے ،ہنس مکھ اور رضویت کا درد رکھنے والے مرد مومن ہیں، یہ بھی
حضرت کو خوب خط لکھتے ،اور حضرت بھی ان کے خط کا اولین فرصت میں جواب
دیتے ،اس طرح اچھا ذخیرہ ان کے پاس جمع ہے ۔انہوں نے اردو ہندی خطوط کی
زیراکس کاپی مجھے اپنے داماد حافظ محمد ظفیر الدین رضوی کی معرفت عطا کی ہے ،ان
خطوط میں بحیثیت پیر مرید کی مزاج پرسی بھی ہے ، بدعقیدوں سے چلنے والے

مقدمات کی جزئیات بھی، ان میں قانونی دفعات بھی ہیں اور فیصلے کی تفصیلات بھی، حالات حاضرہ پر پر مغز تبصرہ بھی ہے اور مذہب و مسلک کی ٹیس بھی، نجی باتیں بھی ہیں اور رنج وغم کا علاج بھی۔ مسائل کا حل بھی ہے اور ضرورت کی تکمیل بھی، ان خطوط میں ایک جگہ میں اپنا ذکر دیکھ کر خوشیوں میں ڈوب گیا، جناب عمر حیات خان صاحب نے مولانا اعجاز کامٹوی مرحوم کے پروگرام کی گزارش کی تھی اسکے جواب میں حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”وہ تو نہیں آئیں گے، آپ لوگوں کی اجازت ہو تو مولانا غلام مصطفےٰ رضوی صاحب نجم القادری کو جو مدرسہ فیض الاسلام کیشکال کے مدرس ہیں اور اچھے مقرر ہیں، ان کو اپنے ساتھ لیتا آوں“۔

کسی بڑے کا اپنے چھوٹے کیلئے اچھے کا لفظ استعمال کرنا اگر وہ اچھا نہ بھی ہو تو اچھا ہو جانے کی سند ہے۔ خدا کرے اس لفظ اچھے کی تمام تر اچھائیاں میرا غلاف حیات بن جائیں، اور یہی لفظ محشر میں داور محشر کے سامنے میرے کام آجائے۔ ان تمام خطوط میں سے ہم یہاں پر صرف خطوط کے ان حصوں کو پیش کرتے ہیں جنکا تعلق مسلک اعلیٰ حضرت سے ہے، چاہے وہ عقیدے سے متعلق ہوں یا عمل سے۔

(۱)

بد عقیدوں کے حوالے سے آپ سے سوال ہوا کہ انکے ساتھ اٹھنا بیٹھنا مر جائیں

تو انکی نماز جنازہ پڑھنا اور جو امام یہ احتیاط نہ کرتا ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟۔تو آپ جواب دیتے ہیں۔ ''جس کا وہابی ہونا ظاہر ہو اور یقینی ہو اور وہ بغیر توبہ مرجائے، اس کی میت یا غم میں شریک ہونا، تعزیت کیلئے اسکے گھر جانا حرام ہے، جس کے ساتھ زندگی میں اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، شادی بیاہ، لین دین، غرض کہ کسی طرح کا تعلق رکھنے کی قرآن وحدیث میں ممانعت آنے کے بعد اس کی میت میں شریک ہونے کی اجازت کیوں کر ہوگی، چنانچہ متعدد حدیثوں میں بدمذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا **ان ماتوا فلا تشهدوهم** ، وہ مریں تو ان کے جنازے پر نہ جائیں، **ولا تصلوا عليهم** ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے جنازے کی نماز حرام قطعی گناہ شدیدہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

ولا تصل علىٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علىٰ قبره انهم كفرو بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون ، کبھی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کے کسی مردہ پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، انہوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا ہ، اور مرتے دم تک بے حکم رہے، رہی یہ بات کہ اگر اسے وہابی جانتے ہوئے مستحق تعظیم و قابل تجہیز و تکفین و نماز و جنازہ تصور کیا تب تو وہ بھی کافر و مرتد ہوگیا، العیاذ باللہ، اس کے لئے توبہ کرے، اور محض جہالت و حماقت یا کسی غرض دنیوی کی وجہ سے شریک ہونے والا توبہ کرے، اور ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی

واجب الاعادہ ہے، خواہ، نماز پنجگانہ، یا جمعہ وعیدین وغیرھم“۔

(۲)

بدمذہب کوامام بنانے کے بارے میں سوال ہواتو آپ رقمطراز ہیں:

”بدمذہب کو امام بنانا ناجائز وگناہ ہے، کہ امام بنانا تعظیم ہے اور اہل بدعت کی تعظیم حرام، !---- حدیث میں ہے:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام

جس نے بدمذہب کی (توقیر) عزت کی اس نے اسلام کوڈھانے پر مدد کی۔

صغیری میں ہے: یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم“

ردالمحتار میں ہے: المبتدع تکرہ امامته بکل حال“

مطلب یہ ہے کہ بدعتی کی امامت ہرحال میں مکروہ تحریمی ہے، اور مبتدع (بدعتی) کے پیچھے نماز کامکروہ تحریمی ہونا اس صورت میں ہے کہ جبکہ اسکی بدعت مکفرہ نہ ہو، ورنہ اسکے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی، اوروہابیہ پر بوجوہ کثیرہ کفرلازم ہےلہٰذان کے پیچھے نماز ہوناکوئی معنی ہی نہیں رکھتا، اور جوشخص اس کی وہابیت جانتے ہوئے نماز پڑھے اس کے لئے توبہ لازم، اور جو نمازیں پڑھیں ان کی اعادہ ضروری، اوراگر

اس کے عقیدے سے اسے اتفاق ہے تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا
جو اس کا ہے، توبہ کے ساتھ تجدید ایمان، اور بیوی والا ہے
تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔۔

(۳)

آج خلط ملط کا دور ہے بلا لحاظ عقائد لوگ ایک دوسرے سے ملتے، رشتہ ناطہ جوڑتے ہیں، چند جملوں میں حضرت نے حق کا ایسا آئینہ دکھا دیا ہے کہ ذرا بھی غیرت دین اگر بچی ہو تو آدمی اپنی حیات کا رخ بدل دے۔ حضرت گہر ریز ہیں۔:

''وہ لوگ جو اپنی بدعقیدگی، خیالات فاسدہ، اور اعتقاد باطلہ کی وجہ سے خود ہی مسلمانوں سے کٹ چکے ہیں۔ ان سے بفرمان رسول پاک **ایاکم وایا ھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم**، تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

نوٹ:۔ رسول محترم ﷺ نے ایمان بھی دیا اور ایمان کی حفاظت کا سامان بھی دیا، حفاظت کا طریقہ بھی بتایا، ہدایت دی، تنبیہ کی کہ بدعقیدوں کی صحبت وسنگت سے ایمان کے برباد ہو جانے کا خطرہ ہے، فرمادیا تم ان سے دور رہو، اور انکو اپنے سے دور رکھو تبھی تم اپنا دین وایمان بچا سکو گے، ورنہ تمہارا ایمان برباد ہو جائے گا اور تمھیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

(۴)

پہلی بار حضرت مدنی میاں کی طرف سے جب ویڈیو اور ٹی وی کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا تو پورا ملک چونک گیا، دینی درد رکھنے والوں نے کافی چبھن محسوس کی۔ دینے کو تو حضرت تاج الشریعہ نے ایسا جواب با صواب دیدیا ہے کہ وہ جواب لاجواب ہی رہیگا اگر کوئی اپنی بات سے رجوع کرنے میں عار محسوس کرے تو یہ اور بات ہے، حضرت امین شریعت نے اس فتویٰ کی اشاعت کے بعد اپنے علاقہ چھتیس گڈھ میں حضرت مدنی میاں کے مریدوں کے حلقے میں فوراً اسکے مضر اثرات دیکھے تو آپکو بڑا صدمہ پہونچا اور اسی تناظر میں آپ نے ''ٹی وی کے مضر اثرات'' کے نام سے مضمون لکھا، جو انتہائی سنجیدہ۔ مشاہدات پر مبنی، ہونے کے ساتھ ایک طرح کا مخلصانہ مشورہ بھی ہے، اس میں مشاہداتی مضر اثرات دکھا کر حضرت نے صرف یہ بتانا چاہا ہے کہ اس سے گناہوں کے دروازے کھلیں گے اور لوگ جائز کے نام پر ناجائز میں مبتلا ہو جائیں گے''!......دیکھیے حضرت کا پرسوز انداز:

''حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا یہ عمل بھی لوگوں کے ذہن و دماغ میں محفوظ ہے کہ حضرت جس مکان یا کمرہ میں داخل ہوتے تو پہلے دیواروں پر نظر ڈالتے، اگر فوٹو لگا ہوتا تو فوراً پلٹ آتے، یا اپنی عادت کے مطابق لاحول اور ہزار بار لاحول فرماتے لوگ سمجھ جاتے

اور فوراً تصویر نکلوائی جاتی، یا اسے پلٹ دیا جاتا، اس کا اثر تھا کہ دوکانوں "مکانوں
میں فوٹو اور تصویریں دیکھنے میں نہیں آتی تھیں وہ لوگ جواب تک اس سے احتراز
کرتے تھے اب وہ بھی برملا اسے کرینگے، اسلئے کہ انہیں فتوی کا سہارا مل گیا ہے،
آج کے دور پرفتن اور آزادانہ ماحول میں جب کہ تقریباً نوے فیصد مسلمان مردوں
اور عورتوں کی آنکھیں اور کان فحش دیکھنے اور فحش کلام سننے کے عادی ہو چکے ہیں، ان
سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ صرف جائز دیکھیں گے، ناجائز نہ دیکھیں گے!
ہاں مولانا کے تحریر کردہ الفاظ بطور کرامت ان کے دلوں میں اتر جائیں، اور وہ جائز
پر عمل برقرار رکھیں تو یہ اور بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ٹی وی اور ویڈیو فتنہ ہائے
روز گار ہیں۔ شیطانی چرخوں میں سے دو چرخے ہیں، جن کے ذریعہ سنیما کی تمام تر
خرابیاں، بدکاریاں، جواب تک سنیما گھروں کی چاردیواریوں تک محدود تھیں، اسے ٹی
وی اور ویڈیو کے ذریعہ گھر گھر پہنچایا جارہا ہے۔ گلی در گلی اور چوک چوراہوں پر دکھایا جا
رہا ہے۔ اور اس طرح خدا کے پیارے محبوب ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہوری ہے
کہ قرب قیامت میں گانے بجانے کی کثرت ہوگی، مسلمانوں کو ان تمام لعنتوں
سے دور ونفور رہنا چاہئے، اور ہمارے علمائے کرام کو اس کی روک تھام کے
لئے حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے اسلئے کہ کسی عالم دین کا ادنی تسامح اور معمولی
بھول پوری قوم کو حیطہ ہلاکت میں ڈال دیتی ہے"۔

اور ہوا بھی وہی جس خدشے کا حضرت امین شریعت نے اظہار فرمایا تھا، وہ نہ مٹنے والا فتنہ بن کر ظاہر ہوا، لوگوں نے اپنے اپنے حق میں ٹی وی دیکھنے کی کھلی اجازت سمجھ لی، اور حضرت شیخ الاسلام کو اس دنیا میں اس کا یہ صلہ ملا کہ ان کے مریدوں، معتقدوں نے ان کا فوٹو دکانوں اور مکانوں میں سجا کر اگربتیاں سلگانی شروع کر دیں۔

(۵)

اسلام میں فوٹو کھینچنا اور کھنچوانا دونوں حرام ہے، اور اشد حرام ہے، چاہے وہ دست کاری کے ذریعہ ہو، سنگتراشی کے ذریعہ ہو، کیمرہ کے ذریعہ ہو، ٹی وی اور ویڈیو کے ذریعہ ہو، مگر آج جس طرح بے محابا فوٹو کھینچنے اور کھنچوانے کا رواج چل پڑا ہے، اس سے تو لگتا ہے بانی اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کے خلاف بغاوت کی لہر چل رہی ہے، بس خدا ہی کرم فرمائے، آفت یہ ہوگئی ہے کہ ہر گھر ہی نہیں ہر ہاتھ میں موبائل اور ہر موبائل میں درجنوں نہیں سینکڑوں فوٹو، اور یہ کتنی بڑی قیامت ہے کہ مرید کے موبائل میں پیر کی ہر ہر ادا کا فوٹو، اور اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اب تو کوئی دینی جلسہ اور اسلامی پروگرام بھی اس لعنت سے محفوظ نہیں ہے روز بروز اس میں اضافہ فیشن بن چکا ہے۔ یہ کتنا قبیح فعل ہے اور اس پر قیامت میں کتنی بڑی قیامت آئے گی دیکھئے حضرت کی دردانگیز تحریر......:

''کون مسلمان نہیں جانتا کہ تصویر کشی اسلام میں حرام و گناہ کبیرہ ہے۔

اور یہ بات قرین عقل بھی ہے کہ اسلام جو تصویر کشی کو مٹانے آیا ہے وہ تصویر کشی کی اجازت کیوں کر دے سکتا ہے، اسی لئے خدا کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:..ان اصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيمة ويقال لهم احيوا ما خلقتم " یعنی ان تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن ضرور سزا دی جائے گی اور ان سے کہا جائیگا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں انہیں زندہ کرو (ان میں جان ڈالو)"

(۶)

آج مسلمانوں میں جو غلط رسم ورواج کا چلن ہو گیا ہے۔لگتا ہے جیسے وہ دین کا ایک حصہ ہو، مگر یہ وہ خرافات ہیں جن کے خلاف اعلیٰ حضرت نے قلمی جہاد فرمایا ہے، خدا کا شکر ہے کہ اس کا اچھا خاصا اثر پڑا، مگر پھر بھی بہت سی جگہوں پر بہت سے معاملات میں آج بھی بدعات وخرافات کے بندھن میں جو بندھے ہیں، حضرت امین شریعت اپنے ایک مضمون اس کے استیصال کے لئے یوں کوشش فرماتے ہیں.........:

"تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے جو جگ کا پالنہار ہے، اور بے انتہا درود اس کے رسول و نبی پر جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے، اور جو رسولوں کے سردار ہیں، بعد حمد وصلوٰۃ کے مقام

صد افسوس ہے کہ مسلمان دین و مذہب سے بے تعلق ہو گئے، اسلام کی کوئی جھلک انکی زندگیوں میں نظر نہیں آتی، سیرت وصورت اخلاق وکردار، سب تباہ وبرباد ہو چکا ہے، عبادت کی طرف توجہ ہے اور نہ معاملات کی درستگی کا کوئی خیال، موذن پانچوں وقت نماز کیلئے بلاتا ہے اور ہم بیہودہ باتوں میں مصروف رہتے ہیں رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور ہم بلا شرم وجھجک کھاتے پیتے عام راستوں پر نظر آتے ہیں چلتے پھرتے چائے پان اور سگریٹ نوشی کے ذریعہ رمضان المبارک کی توہین کرتے ہیں، زکوۃ فرض ہوگئی مگر مسلمان کا مال عیاشی، شراب نوشی، سنیما، اور جوئے بازی سے نہیں بچتا تو زکواۃ کیوں دے، حج فرض ہو گیا مگر ہم حج کیلئے جائیں تو کیسے جائیں ہمیں تو الیکشن لڑنا ہے عالی شان عمارت بنانی ہے، لڑکے ولڑکی کی شادی میں دولت مندی کی نمائش کرنی ہے، وقت اور روپیہ ان سب کاموں کیلئے ہے۔

اس طرح خدا کو ناراض کرنے اس کے غیظ وغضب کو بھڑکانے کے لئے ہم نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، یہی وجہ ہے کہ اربوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی مسلمان دنیا میں دین ومذہب کی طرف کچھ جھکتے بھی ہیں تو رسم ورواج کی آڑ لیکر دین ومذہب کے نام پر وہ سب کچھ کر گزرتے ہیں جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور اس

طرح سارے کئے ہوئے پر پانی پھیر دیتے ہیں، اب ثواب کے بجائے گناہوں سے اپنا دامن بھر لیتے ہیں، مثال کے طور پر مسلمان شب برات میں کچھ پڑھتے اور کرتے ہیں تو آتش بازی، پٹاخے، پھلجھڑیاں ضرور چھوڑتے ہیں، اور بچوں کو پیسے دے کر ان بری باتوں کی طرف ان کا قدم بڑھاتے ہیں، حالانکہ بچوں کو اسکے لئے پیسے دینا، یا اسکا ''مسلمانوں کے ہاتھ بیچنا، بنانا، خریدنا سب نا جائز ہے، اور رمضان المبارک میں اگر کچھ مسلمان روزہ رکھیں گے، تراویح پڑھیں گے تو عید کے دن انہیں میں سے بہت ہوں گے جو دل کھول کر دکھاوے کے لئے فضول خرچی کریں گے، اور عید کی نماز ہوئی کہ سنیما ہال کی کھڑکیوں پر دھکا کھاتے نظر آئینگے کچھ کا تو یہ عالم ہے کہ زبردستی ڈرا دھمکا کر چندہ وصول کرتے ہیں۔ چاند رات کو گلیوں اور سڑکوں کو سجاتے ہیں محلے محلے میں اسٹیج بناتے اور سب مل کر ناچتے گاتے ہیں، ڈانس اور ڈرامہ کرتے ہیں۔ (اللہ توبہ ہزار بار توبہ)

ایسے ہی ماہ محرم شریف میں جہاں مظلوم کربلا امام عالی مقام کی یاد میں مجالس منعقد کی جاتی ہیں، سبیل لگائی جاتی ہے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ اس کے ساتھ ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی سینکڑوں خرافات وبدعات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں عاشورہ محرم میں سرخ، ہرے یا کالے، کپڑے پہننا، ماتم کرنا، سینہ پیٹنا، سنی مسلمانوں میں آج بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے جبکہ عاشورہ محرم میں سرخ کپڑے پہننا

خارجیوں ، کالے کپڑے پہننا رافضیوں اور ہرے کپڑے پہننا بدعتیوں کی مشہور علامت ہے، نیز تعزیہ بنانا، ڈھول باجے تاشے، سواریوں کی کود پھاند انسان کی پاکیزہ صورت کو بگاڑ کر شیر، چیتا، زیبرا اور ریچھ کی صورت بنانا سب ناجائز وحرام ہے۔اس پر طرفہ یہ کہ عورتیں بھی مردوں کے کاندھے سے کاندھا ملائے نکل آتی ہیں جبکہ مسلمان مرد وعورت کی شرم وحیا انکے ایمان کی علامت ہے۔ایک عورت کی بے حیائی میں ساری مسلم قوم کی ذلت ہے۔ ہر مسلمان عورت کو یہ یقین کرنا چاہئے کہ صرف ایک میری بے حیائی سے ساری قوم ذلیل وخوار ہوتی ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ اپنی قوم کا نام روشن کرنے والی بنیں اور قوم کو ذلیل ورسوا ہونے سے بچائے۔ بھائیو! دنیا کبھی کام نہیں آسکتی ،کام آئیگا تو دین ومذہب ہی کام آئیگا، شرماؤ اپنے برے کاموں پر، توبہ کرو اور ندامت کے آنسو بہاؤ

اچھی طرح یاد رکھو کہ امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ السلام کی بارگاہ پُر وقار کے شایان شان خراج عقیدت ومحبت تعزیہ داری، سینہ کوبی، ڈھول باجا تاشا، اچھل کود نہیں یہ تو ان کے دشمن یزیدیوں کا طریقہ ہے۔ان کی روح پاک کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہو تو اسکا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انکے نقوش سیرت کی پیروی کی جائے جو کربلا کے تپتے صحرا پر اپنے خون سے انہوں نے تحریر کی ہے،ان کے ان اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے جن کی حفاظت کے لئے آپ اتنا بڑا

ستم سہ گئے۔

اسی مقصد کو زندہ یادگار کربلا سمجھو

حسین ابن علی کی زندگی کا مدعا سمجھو

آفاقِ عقیدہ سے لیکر کائناتِ عمل تک حضور امین شریعت کے گلشنِ تحریر سے پھول چن چن کر ہم نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان تحریری نگینوں میں آپ امام احمد رضا کی فکر کو چلتی پھرتی ، زندہ مسکراتی محسوس کرینگے،بحثیت مجدد امام احمد رضا نے جو کارنامہ یادگار چھوڑا سب سے پہلے آپ کے شبستان کی شمعوں نے نہ صرف یہ کہ اپنا لائحہ عمل ،اور زندگی کا نصب العین بنایا بلکہ اسے فروغ دینے ،اس کا فیضان عام کرنے ، اسے پروان چڑھانے اور حتی المقدور گھر گھر پہونچانے میں کہیں کوئی کسر نہیں چھوڑا، دوسرے نمبر پر آپ کے خلفاء تلامذہ نے مسلکِ رضا کی جس شان سے آبیاری فرمائی ،اور اپنا عرق وجود تک پیش کرنے سے دریغ نہیں فرمایا اس کے ثمرات کو تو عام ہونا ہی تھا ، آج جو جلسہ جلسہ ،اور محفل محفل مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ سنا جارہا ہے۔اور جب تک یہ نعرہ نہ لگے جلسہ پھیکا پھیکا اور محفل سونی سونی نظر آتی ہے یہ سب انہیں خواجہ تا شانِ رضویت کی گلکاریاں ضو پاشیاں اور فیض بخشیاں ہیں ۔ابتک ہمارے تمام اکابر و مشائخ کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت عقیدہ اور عمل دونوں کے مجموعہ کا نام ہے،مگر محقق مسائل جدیدہ نے ابھی

یہ جدت کاری فرمائی ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت صرف عقائد کے مجموعے کا نام ہے۔ معمولات ومراسم اس میں داخل نہیں ہیں۔ پتہ نہیں اس جدید تحقیق سے ان کی کیا مراد تھی؟---- مگر اس سے پہلے کہ طوفان اٹھتا، الہٰ باد کے سمینار منعقدہ ۱۶/اپریل۔۱۴ء، ۱۵/جمادی الآخر ۳۵ھ جس میں بشمول حضرت تاج الشریعہ۔محدث کبیر علامہ عاشق الرحمان، ۷۵ کے قریب مفتیان کرام نے اس نوپیدا خیال کے سامنے سد سکندری کھڑی کردی اور یہ اعلامیہ جاری کیا.......:

''جملہ مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت سے مراد وہ اعتقادات اور اعمال ہیں جن کی آئینہ دار تصانیف اعلحضرت ہیں، ان سے انحراف کی اجازت کسی کو نہیں دی جائے گی، سوائے اس صورت کے جب کہ فروع فقہیہ میں سے کسی مسئلے میں حکم کی تبدیلی کے لئے معتمد عصر اساطین مسلک اعلیٰ حضرت کے روبرو تحقق ضروریات یا حاجت کے ثبوت کے بعد طریق تغییر کے جواز پر کئے ہوئے استدلال کی صحت کو ثابت نہ کردیا جائے''۔

وقفے وقفے سے اس طرح کی نئی نئی باتیں پیدا کرنا، نیا شگوفہ چھوڑنا، ملت کے خاموش سمندر میں جدید مسائل کا پتھر پھینک کر اٹھنے والی لہروں کو گننا ہمارے محقق مسائل جدیدہ کی پسندیدہ خصلت ہے، پتہ نہیں اکابرین کے فتویٰ سے ٹکرانے میں

انہیں کیا ملتا ہے، مثلاً لاوڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کا مسئلہ، چلتی ٹرین پر اعادہ کے بغیر نماز کے جواز کا فتویٰ، موبائل کی خبر پر رویت ہلال کے ثبوت کا دعویٰ وغیرہ وغیرہ، یہ وہ مسائل ہیں جو ڈائرکٹ اساطین امت کے محکم اور متفق فیصلے سے متصادم ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ، بقول حضور امین شریعت.....:

"یہ مذکورہ (حضور مفتی اعظم اور ان کے ہمعصر مفتیان کرام، علمائے ذوی الاحترام، فقہائے عظام) چونکہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اس لئے ان کے فتاویٰ بھی اللہ کو پیارے اور نا قابل عمل ہو گئے۔ (پناہ بخدا) یہ تو روافض کا مسئلہ ہے اور اگر بفرض محال اس کو تسلیم بھی کر لیا تو پھر تو ایمان سے اطمینان اٹھ جائے گا اور سارا فقہی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بات بہت دور تک جا پہونچے گی کہ تمام متقدمین و متاخرین، اولیا، علما، صلحاء کے ارشادات و فرمودات سب نا قابل عمل قرار پائینگے، کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تو ان کی تعلیمات بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں، اب نیا دور ہے، نیا زمانہ ہے نئے نئے علماء ہیں، نئے نئے فتوے جاری ہو گے (مضامین امین شریعت، ص۱۲۶)

یہ کتنا بڑا خطرہ ہے جو علماء کی تازہ بتازہ روش کو دیکھتے ہوئے حضرت امین

شریعت نے محسوس کیا اور پیش فرمایا ہے خود ان علماء کے لئے بھی لمحہ فکر یہ ہے جو کار خیر سمجھ کر ایسی پیشکش میں منہمک ہیں۔ابھی چند ماہ پیشتر حضرت کے سامنے جب دردمندان مسلک اعلیٰ حضرت نے روز روز کی ان الجھنوں کو رکھا اور کہا کہ ان جدت طراز علماء میں اکثر حضور مفتی اعظم کے مرید ہیں،تو حضرت کے چہرے پر غمگینی چھاگئی ہر نیچے جھکالیا اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ ’’ایسے لوگ پیر کی توجہ سے دور،اور فیض سے محروم ہوتے ہیں‘‘۔یہ کسی ایسے ویسے کا قول نہیں قطب چھتیس گڈھ کا قول ہے،شبیہ مفتی اعظم کا قول ہے،عامل بالسنۃ عالم باعمل کا قول ہے،جو لوگ بھی ایسی عاقبت نا اندیشانہ حرکت وعمل میں لگے ہیں، چاہے وہ شعوری ہو یا غیر شعوری ان تمام لوگوں کو اپنے کئے پر پچھتانا ، اپنے فیصلے کا بنظر غائر محاسبہ کرنا اور سب سے بڑی بات اپنے پیر کو منانے کی فکر کرنی چاہئے ، اس سال اسی شہر کٹک میں عید کا چاند نظر نہیں آیا ،جب متعدد جگہوں سے چاند دیکھنے کی متواتر خبریں آئیں تو کچھ حضرات شہادت لینے کیلئے نکل پڑے ، کچھ دیر کے بعد ان حضرات کے پاس ایک مولانا صاحب نے فون کیا کہ کیا ہوا؟ ان حضرات نے اطلاع دی کہ شہادت مل گئی ہے ،بس پھر کیا تھا مولانا صاحب نے شہر میں اپنے موبائل سے خبر دینا شروع کر دیا ،یہاں تک کہ معتکفین کو اٹھنے کی اجازت بھی دے دی۔متعدد علماء نے بتایا کہ سال گزشتہ بھی انہوں نے ایسا ہی

کیا تھا۔کوئی ان مولانا صاحب سے پوچھے کہ جب یہی کرنا تھا تو پھر شہادت کے لئے زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی، موبائل پر تو پہلے بھی آ چکی تھی ۔دوسری چیز یہ کہ شہادت آنے سے پہلے معتکفین کا اعتکاف سے اٹھ جانا کیسا ہے؟، انکی محنت برباد ہوئی یا با مراد، تعجب ہے حب علی اور بغض معاویہ کے جوش میں لوگوں کو اپنے پیر کے فتویٰ سے انحراف کا ہوش بھی نہیں رہتا، مریدوں کی ایسی قسم بھی اس دنیا میں موجود ہے یہ انکشاف مجھے پہلی بار ہوا، حضور امین شریعت انہیں سب آزاد فکری، آزادروی، اور آزاد خیالی سے مضطرب ہوکر جناب عمر حیات خانصاحب کو لکھتے ہیں،

(۷)

’’آج کا دور فتنہ وفساد کا دور ہے، خودسری، خود بینی اور خودرائی کا دور ہے، اور سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ دین کی خدمت کا نام لیکر لوگ اپنی دنیا بنانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، اور جولوگ خلوص سے کام کرنا چاہتے ہیں، ان کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں، بہر حال ہمیں اس سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، خامشی سے اپنا کام کرتے رہنا چاہیے، بلکہ کام کی رفتار بڑھا دینی چاہیئے۔

(مکتوب بنام جناب عمر حیات خانصاحب)

اور ابھی ابھی بالکل تازہ یہ گل کھلا ہے کہ مرکز نام ہے حضور اعلیٰ حضرت سے مفتی اعظم تک کے دور کا، دیکھئے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، جولائی ۱۴ء۔ اس کا

اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ حضور مفتی کے بعد سے بریلی مرکز نہیں رہا، لگتا ہے جس نئے مرکز کا تانا بانا یہ لوگ برسوں سے بن رہے تھے، جس مرکز کی تلاش میں یہ لوگ مدت سے سرگرداں تھے اب اس کے اعلان کا وقت آگیا ہے، شاید اسی خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے، کبھی فتاویٰ رضویہ، کبھی مسلک اعلیٰ حضرت، اور کبھی اصطلاح بریلویت پر نشانہ سادھا جا تا رہا ہے، کہ مرکز کے مسئلہ پر اتنی گولہ باری کرو اور اس تواتر سے کرو کہ شناخت مخدوش ہو جائے، لوگ نہیں سمجھ رہے ہیں یہ ساری چیزیں ان علماء کے حق میں زہر ہلاہل ہیں، جس دن سنی عوام کو یہ بھنک لگ گئی کہ ان لوگوں کی نیت بخیر نہیں ہے، اس دن دستار سنبھالنا مشکل ہو جائے گا اکابرین بریلی اور اساطین اہلسنت نے ایسی محبت قوم کے دل میں ڈال دی ہے کہ ؂ ''یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے''

بچہ بچہ اس کا علمبردار نظر آتا ہے، یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھئے، کسی بھی جلسے میں صرف اتنا بولئے ''سنیوں کا مرکز.....''! تو فوراً جواب آئے گا........''بریلی شریف''، یہ زبان زبان بریلی، مکان مکان بریلی، ذہن ذہن اور دل دل بریلی کا نعرہ مستانہ یہ عنایت پروردگار ہے، یہ رحمت سرکار ہے (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اتنی جلدی لوگ بریلی کا احسان نہیں بھولیں گے، اتنی آسانی سے لوگ مرکز اہلسنت بریلی کا دامن نہیں چھوڑینگے، کچھ بے باک لوگوں کو یہ تک کہتے سنا گیا ہے کہ علامہ

ازہری کے بعد بریلی میں کیا رکھا ہے؟ ہم کہتے ہیں جس خدا نے ابتک بریلی کی مرکزیت کی حفاظت کی ہے وہی خدا حفاظت فرماتا رہے گا، اگر کعبے کی حفاظت خدا ابابیل سے کروا سکتا ہے تو مرکز اہلسنت کی حفاظت کے لئے پھر کسی تاج الشریعہ کو پیدا نہیں کرسکتا؟ اس سے پہلے بھی مرکز پر بڑے بڑے طوفان آئے اور گذر گئے، مگر دل مومن سے آواز آتی رہی :

ع ''اپنی کلاہ کج ہے اسی بانکپن کے ساتھ''

اور پھر یہ تو بعد کی بات ہے ابھی تو فخر ازہر، جانشین مفتی اعظم علامہ ازہری میاں اعلم العلماء، افضل الفضلاء، افقہ الفقہا کی مسند پر متمکن ہیں، ابھی سے اتنی مایوسی کیوں........؟ لگتا ہے دل میں کالا ضرور ہے۔

سعادت مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بولی بولی جائے جو کبھی مرکز کے حق میں صدر الافاضل بولے، صدر الشریعہ بولے، ملک العلماء بولے صدر العلماء بولے، برہان ملت بولے مجاہد ملت بولے، غیروں کی بولی بول کر کیا کامیابی ملے گی، کامیابی حاسدین کی پیروی میں نہیں، محبین کے نقوش قدم کے بوسے میں ملے گی، آج حضور حافظ ملت، مجاہد ملت، برہان ملت اور امین شریعت وغیرہم کی مقبولیت ومحبوبیت کہ آسمان کی بلندی جس کے سامنے شرمندہ ہے کیا مخالفین کی آواز میں آواز ملانے کی وجہ سے ہے؟... نہیں ہرگز نہیں، موافقین کی فکری اور عملی موافقت کی وجہ سے ہے،

مسلک اعلیٰ حضرت کی انتھک خدمت کی وجہ سے ہے، اکابرین کے نقوش قدم کے بوسے کی وجہ سے ہے۔ایک مجاہد ملت نے پوری ریاست اڑیسہ کو بریلوی رنگ میں ایسا رنگ دیا کہ ہر زبان پر سلام کا نغمہ جاری ہو گیا اور عظمت رضا کے سرور کیف سے گفتار و کردار کا صحرا لالہ زار بن گیا۔

ایک امین شریعت نے پورے چھتیس گڈھ کو رضوی تجلیات کا پیکر بنا دیا ،فرزانوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کی دیوانگی ، اور دیوانوں میں عشق رضا کی فرزانگی بھر دی ، عام لوگوں کو اتنا شعور آگیں کر دیا کہ بدعقیدوں سے چھوٹا موٹا مناظرہ کر لیں۔اور دیگر ریاستوں میں کئی شخصیتوں نے مسلک فکر رضا کے انوار سے کو بہ کو چراغاں کر دیا۔ بریلویت کی ایسی محبت ذہن و دل میں بٹھا دی کہ بدمذہبی کا کوئی جھونکا قدم استقامت کو ہلا نہ سکے۔اور کچھ ناداں دوست ہیں جنکی نگاہیں دن کے اجالے میں یہ حقائق دیکھنے سے قاصر ہیں،اور بلاوجہ کی موشگافیاں کر کے اپنے وقار کی دیوار میں شگاف ڈال رہے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت تو جبل شامخ ہے جو طوفان اس سے ٹکرائے گا وہ اپنے وجود کی خیر منائے۔ایسے میں پھر ضرورت محسوس ہو رہی ہے کسی مجاہد ملت کی جس کی للکار سے کلاہ افتخار کا طرہ درست ہو جائے ، پھر ضرورت محسوس ہو رہی ہے کسی امین شریعت کی جو رضوی جذبات کا ساون بنکر انفس و آفاق پر برس جائے ،جس کی

خاموشی گویائی پر بھاری ہو، اور گویائی دیدہ دل کو بینا کردے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

xxxxxxxxx

امام اہلسنت

شخصیت اور علمی کمال

* فکر و تحقیق سے لبریز اپنے عنوان پر معلومات خیز کتاب۔
* امام احمد رضا کی حیات جلووں کی کہکشاں سے آباد ہے اس کتاب میں انکے جلوہ علم کی آفاقیت کی میز سجائی گئی اور دعوت فکر دی گئی ہے۔
* منبر قلم اور محراب قرطاس پر احرام باندھ کر وفور علم کا خطبہ پڑھنے والے عنوانات ومضامین کی صف آرائی۔
* سوا دو سو صفحے کی اس کتاب میں ستر مستند ومعتمد کتابوں کے حوالوں کی قطار بندی۔
* امام احمد رضا جہانِ علم ہیں، اس سچائی کی تحقیقی پیشکش۔
* علم دین کے ساتھ، علم سائنس اور دیگر علوم جدیدہ کی وہ تابکاری کہ عقل حیران رہ جائے اور پکار اٹھے "ہر علم وفن کی شاہی تمکو رضا مسلّم"۔

اور

حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلحضرت

* اپنے عنوان پر پہلی حقیقت اندوز دلکش تحریر۔
* حزم و احتیاط سے معمور حضور مجاہد ملت کے کارہائے زندگی کا تحقیقی نچوڑ
* مسلک اعلحضرت کیا ہے؟ اور کیوں اس پر عمل ضروری ہے،
  اس فلسفہ پر سیر حاصل گفتگو۔
* حضور مجاہد ملت کا بریلی سے اٹوٹ ربط اور بریلی کا حضور مجاہد ملت
  پر برستا فیضان کی دلکش سرگزشت۔
* مولانا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری کی دونوں بصیرت افروز تصنیف و
  تحقیق ہر گھر کی ضرورت اور حالات کے بطن سے جنم لینے والے بہت سے
  سوالات کا تنہا مسکت جواب۔
* جسے مولانا محمد ظفیر الدین رضوی نے اپنے اہتمام سے شیرین بکڈپو کے
  ذریعہ بہت خوبصورت چھپوایا ہے۔ ان تمام محاسن کے باوجود پہلی کتاب
  کی قیمت صرف ۱۳۰ ار روپے اور دوسری کی صرف ۴۰/ روپے۔

ملنے کے پتے

1 شیرین بکڈپوٹ، مسجد اقصیٰ جنکشن، ریلوے نیو کالونی بوشاکھاپٹنم ۱۴
موبائل نمبر 8912789786 / 8912765786

2 دارالعلوم رضویہ حبیبیہ، مسجد روڈ جوبرا۔ کٹک، اڈیشہ 753002
موبائل نمبر۔ 9199464147 / 9778566223

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری کی

مطبوعہ / غیر مطبوعہ / زیر تدوین کتابیں

۱۔ امام احمد رضا اور عشق مصطفےٰ..................مطبوعہ
۲۔ علم، عمل، عشق اور امام احمد رضا............ ،،
۳۔ امام اہلسنت شخصیت اور علمی کمال........ ،،
۴۔ حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰحضرت..... ،،
۵۔ صلاح دین.......................... غیر مطبوعہ
۶۔ حضور امین شریعت، شخصیت اور کمالات.. ،،
۷۔ صلح کلیت اسباب اور سد باب........... ،،
۸۔ اختلاف امت اور راہ نجات............. ،،
۹۔ امام اہلسنت اور تجلیات عمل............ ،،
۱۰۔ مجمع البحرین.........(ذکر خواجہ و رضا) ،،
۱۔ ارکان تصوف اور حضور مفتی اعظم....... ،،
۱۲۔ باتیں جو حیات کیلئے آب حیات ہیں...... ،،
۱۳۔ عروس فکر (منظوم کلام)............ ،،
۱۴۔ اکابرین اہلسنت اور مسلک اعلیٰحضرت....زیر تدوین
۱۵۔ اتحاد کا قاتل کون.......................... ،،